پڑھنے کی دشواریاں

ماہرنفسیات ولیم ہل کا خیال ہے کہ 'اگر ہم بچے کو بولنا سکھاتے تو وہ شاید کبھی بولنا نہیں سیکھ پاتے'۔ پڑھنے کے تعلق سے بھی یہ بات بڑی حد تک صحیح لگتی ہے۔ آج کی تشویش ناک صورت حال کو دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ اگر بڑوں کی دخل اندازی نہ ہوتی تو شاید پڑھنا ان کے لیے ایک خوشگوار تجربہ ہوتا۔ اصل میں اسکولوں میں پڑھنا ایک تکلیف دہ عمل بن گیا ہے جہاں برسہا برس ایک بے معنی، مشینی، بوجھل عمل سے گزرنے کے بعد بھی بیشتر بچے سمجھ کر پڑھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ مایوسی یا تو انھیں اسکول چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے یا پھر اسکول میں باقی ماندہ ایام میں پڑھائی کے عمل سے نبرد آزما رہنے کے باوجود بھی وہ ناخواندہ ہی کہلاتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ چند ہی بچے پڑھنے کی مہارت حاصل کر کے کامیاب ہو پاتے ہیں؟ اصل میں پڑھنے کی مہارت، تعلیم اور سماج میں گہرا تعلق ہے۔ اسکولی تعلیم کا خاکہ طے کرتے وقت اس پہلو کا خیال نہیں رکھا جاتا تبھی سماج میں پڑھنے کے کلچر کو فروغ نہیں ہو پاتا۔ ان پہلوؤں کے باہمی تال میل کی کمی بھی پڑھنے کی دشواریوں میں اضافے کا ایک سبب ہے۔

ہمارے ملک میں 'پڑھنا' سکھانا اور سیکھنا اس عام تصور کا حامل ہے، جس کے تحت کسی خاص مطالعے، تربیت اور سمجھ کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ یہی سبب ہے کہ ہر شخص اپنی محدود فہم کے ساتھ خواندگی کو فروغ دینے میں لگ جاتا ہے۔ عام طور پر پڑھنے کی مہارت کو محض حروف کو پہچاننے کے عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے نہ کہ ایک تخلیقی اور سوچے سمجھے عمل کی صورت میں، جہاں بہت ساری وقوفی صلاحیتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ان نکات کی تفصیل آئندہ ابواب میں پیش کی گئی ہے۔

یہ بذات خود تشویش کی بات ہے کہ ایسی نازک صورتحال کے باوجود ہمارے ملک میں 'پڑھنا' کسی اسکولی اساتذہ کے تربیتی نصاب کا حصہ نہیں تھا اور نہ ہی بڑے پیمانے پر کسی اکادمک بحث ومباحثہ کا موضوع بنا۔ یہ بے حد ضروری ہے کہ استاد جانے اور سمجھے کہ 'پڑھنا کیا ہے' کیوں کہ پڑھنا کیسے سکھایا جائے یہ ان کی سمجھ پر منحصر ہوتا ہے۔ پڑھنے کے مروجہ طریقے کے تئیں ہمارا پختہ یقین ہے۔ ایک طرف

مسلسل ناکامیوں کے باوجود ہم اسے پرکھنے اور جانچنے میں کوتاہی برتتے ہیں تو دوسری طرف اس کی ناکامیوں کا ٹھیکرا بچوں کے سر پھوڑتے ہیں۔

اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ نے 2007 میں ریڈنگ ڈیولپمنٹ سیل کو قائم کیا تا کہ اس سمت میں بامعنی کام ہو سکے۔ ریڈنگ سیل کے تحت تفویض کردہ پروگراموں میں سے ایک پروگرام ہے استاد اور تعلیم سے وابستہ لوگوں کے لیے پڑھنے کی سمجھ پر ایک ہدایت نامہ تیار کرنا۔ اس کا مقصد پڑھنے کی فہم کو فروغ دینا، اختیار کردہ طریقوں کو جانچنا اور نئے سائنٹفک طریقوں سے واقف کرانا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس ہدایت نامہ سے استاد اپنی جماعتوں میں کچھ مثبت تبدیلی لا پائیں گے۔

ہدایت نامہ میں درج باتیں کسی خاص شخص، این سی ای آر ٹی کے ریڈنگ سیل یا کسی عام سمجھ پر مبنی نہیں ہیں بلکہ فرینک اسمتھ، کینتھ گڈ مین وغیرہ جیسے زبان کے شعبے سے وابستہ کئی ماہرین تعلیم کے خیالات و تصورات پر قائم ہیں۔ یہ ہدایت نامہ جماعت کے پروگرام یا سرگرمیاں طے نہیں کرتا بلکہ ان کی طرف محض اشارہ کرتا ہے، جسے استاد جماعت اور بچے کے ساتھ اپنے تجربات کو مزید فروغ دے۔ خیالات کو یہاں اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خیال اور عمل میں دوری نہ ہو۔ اسے تحریر کرتے وقت اساتذہ کے تجربات، ان کی عملی سرگرمیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔

پڑھنے کے تعلق سے یہ نظریہ کلاس میں اساتذہ کو باقوت بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پڑھنے کی یہ سمجھ نہ تو کسی بندھے ٹکے نصاب کی وکالت کرتی ہے نہ ہی طے شدہ اشیا کی۔ یہاں استاد اور بچوں کے سامنے ایک کھلا اسٹیج ہے جہاں وہ اپنی ضرورت کی چیزیں سیکھتے ہیں اور جہاں وہ اپنی کلاس کی سرگرمیوں، ان کی توسیع، اشیا کا انتخاب سب کچھ خود ہی کر سکتے ہیں۔

یہ دراصل بدقسمتی ہے کہ جہاں اساتذہ کو بچوں میں اخلاقی، کردار سے لے کر ان کی عملی اور ذہنی نشو و نما کی ذمہ داری کے بوجھ تلے دبایا جا رہا ہے وہیں انھیں اس بات تک کی رعایت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی کلاس اور موضوع سے متعلق کوئی فیصلہ لے سکیں۔ اصل میں ہونا تو یہ چاہیے کہ انھیں صرف استاد ہی نہیں بلکہ

ایک محقق کی شکل میں بھی دیکھا جائے کیوں کہ ان کے پاس تجربات کی ایسی زمین تیار ہے جس کی اس کام میں بنیادی اہمیت ہے۔ لیکن ہم نے استاد کو اس وسیع کردار میں کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھنے کی خواہش کی۔

آنے والے صفحات میں پڑھنے کا یہی وسیع نظریہ اساتذہ کے پرقوت ہونے کی امید جگاتا ہے۔

'پڑھنا' سیکھنے سکھانے کے اس نظریے میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ابتدائی تعلیمی نظام میں بھلے ہی بنیادی تبدیلی نہ کرے لیکن ان کی جڑوں کو اتنی مضبوطی ضرور فراہم کر دے گا کہ اس کا اثر دیرپا ہوگا۔

◈ ◈ ◈

بچے میں خود سیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ صرف ایک نظریہ اسے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ بچہ خود بخود اپنے ماں باپ کی زبان سیکھ لیتا ہے لیکن بڑوں کے لیے نئی زبان سیکھنا بڑی ذہنی کامیابی ہوتی ہے۔ بچے کو کوئی سکھاتا نہیں ہے لیکن وہ فعل، اسم، ضمیر، صفت وغیرہ بالکل صحیح استعمال کر لیتا ہے۔

ماریا مانٹسری

بچے اور زبان

اگر ہمارے سماج میں پڑھنے کا مسئلہ ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟ مسئلے کی تہہ میں جانے کے لیے ہمیں بچے کی صلاحیت، استاد کا کردار اور پڑھنا سکھانے کے موجودہ طریقوں کی جانچ پڑتال کرنی ہوگا۔ آئیے، اس باب میں ہم بچوں کی زبان سیکھنے کی صلاحیت اور زبان سیکھنے کے عمل پر ایک نظر ڈالیں۔

تقریباً چار برس کی عمر میں بچہ جب اسکول میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنے ساتھ کم سے کم ایک زبان لے کر آتا ہے۔ وہ اس زبان (یا زبانوں) کو اچھی طرح سمجھ اور بول سکتا ہے۔ اپنی ضرورتوں کے مطابق طرح طرح کے مقاصد کے لیے زبان کا استعمال وہ بخوبی کر لیتا ہے۔ اگر ہم بچے کی زبان کا تجزیہ کریں تو یہ دیکھیں گے کہ اس کا جملے بنانے کا عمل پیچیدہ اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔

عموماً بچے 18 مہینے کی عمر میں بولنا شروع کرتے ہیں۔ اسکول آنے تک ڈھائی برس کے عرصے میں بچے زبان کی پیچیدہ ساختیں سیکھ جاتے ہیں۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہو کہ بھلا بچوں کی زبان مشکل کہاں ہوتی ہے۔ نہ تو ان کے جملے لمبے ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ بھاری بھرکم خالص الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ آئیے دیکھیں کہ ان کی زبان کی تشکیل کس طرح ہوتی ہے۔

1۔ آدھیا چھپکلی ہے، اُتکرش چھپکلا ہے۔

2۔ میں نانائی کے پاس جاؤں گا۔

3۔ میں نے کھلونا ٹٹھا دیا۔

4۔ مجھے جوتا پہننا پڑے گا۔

مندرجہ بالا جملے تین ساڑھے تین برس کا ایک بچہ بولتا ہے۔ پہلے دو جملوں سے صاف ظاہر ہے کہ بچے میں جنس کے متعلق سمجھ پیدا ہو رہی ہے کہ ہماری زبان میں کئی مذکر الفاظ کا خاتمہ 'آ' آواز پر ہوتا ہے اور مؤنث الفاظ کا خاتمہ 'ای' آواز پر۔ یہی سبب ہے کہ وہ مذکر چھپکلی کے لیے 'چھپکلا' بول رہا ہے اور 'نانائی' لفظ کا استعمال 'نانا' کا مؤنث بنانے کے لیے کر رہا ہے۔ تیسرے جملے میں بچہ 'توڑنا' کے لیے

'ٹھانا' کا استعمال کر رہا ہے۔ کیونکہ اس نے فعل لازم سے فعل متعدی بنانے کی ایسی کئی مثالیں اپنے آس پاس سنی ہیں۔ جیسے لگنا-لگانا، کرنا-کرانا، پڑھنا-پڑھانا، ہنسنا-ہنسانا-چوتھا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ بچہ زبان کے مرکب فعل کے استعمال سے واقف ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ 'پڑ' کا استعمال امدادی فعل کی شکل میں کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ 'مجبوری' کا جذبہ وابستہ ہوتا ہے۔

ہم نے دیکھا کہ بچوں کی زبان کے جملے بھلے ہی آسان ہوں اور غلطیوں سے پُر ہوں لیکن وہ انھیں کسی نہ کسی اصول کے تحت تشکیل دیتے ہیں۔ زبان اصولوں کی پابند ہوتی ہے اور یہ اصول بچے کی زبان میں پوری طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ دو ڈھائی برس کے عرصے میں ان مشکل اصولوں کو قبول کر کے ان کا ستعمال کر پانا بچے کے سیکھنے کی بے پناہ صلاحیت کا بین ثبوت ہے۔ مندرجہ بالا مثالوں کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچے کی زبان پیچیدہ اور تخلیقی ہوتی ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ بچہ زبان کے ان پیچیدہ اصولوں کو سیکھتا کیسے ہے؟ سب سے زیادہ مروج تصور یہ ہے کہ بچہ سیدھے سیدھے نقل کے ذریعے زبان سیکھتا ہے۔ وہ اپنے آس پاس بڑوں کو جو کچھ بولتے ہوئے سنتا ہے اسے دہراتا ہے۔ آج سے چالیس پچاس برس پہلے تک دنیا بھر میں یہی تصور عام تھا۔ لیکن پچھلی کچھ دہائیوں کی تحقیقات، مطالعوں اور سروے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ بڑوں کی زبان کی نقل نہیں کرتا۔ ہر انسان میں زبان سیکھنے کی پیدائشی صلاحیت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے ہر بچے کے ذہن میں زبان کا ایک خاکہ موجود ہوتا ہے۔ یہ خاکہ کسی ایک زبان کا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں سبھی زبانوں سے متعلق کچھ عام باتیں (اصول) ہوتی ہیں۔ زبان سیکھنے کی اس پیدائشی صلاحیت کی مدد سے بچہ اپنے ماحول میں بولی جانے والی زبان یا زبانوں کو بآسانی قبول کر لیتا ہے۔ یہ قبول کرنا یا زبان سیکھنا نقل کرنے سے مختلف ہے۔ قبول کرنے میں بچے کی عملی شمولیت ہوتی ہے۔ اسے اپنے چاروں طرف زبان کا بھرپور ماحول ملتا ہے۔ دن کے چوبیس گھنٹوں میں وہ جتنے گھنٹے جاگتا رہتا ہے، زبان کے ماحول میں ڈوبتا ابھرتا رہتا ہے یا زبان سے شرابور ہوتا ہے۔ وہ آس پاس لوگوں کو آپس میں باتیں کرتا سنتا ہے یا پھر لوگ اس کے ساتھ کھیلنے، اور بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماحول میں موجود اس زبان میں باقاعدہ جملے بھی ہوتے ہیں اور آدھے ادھورے الفاظ بھی۔ لیکن ڈیڑھ سے ساڑھے تین برس کے بچے کی جملے کی تشکیل یا لفظ کی تشکیل کی جانب اگر ہم دھیان دیں تو وہ بڑوں کی زبان کی محض نقل نہیں ہوتی۔ اوپر دیے گیے تجزیے کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچے کی زبان کا جس شکل سے سابقہ پڑتا ہے اسی میں سے زبان کے اصولوں کو وہ خود قبول کر لیتا ہے۔ ہم بچے کو رسمی طور پر زبان نہیں سکھاتے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم اس کی آسانی کے لیے اس کے سامنے پہلے آوازوں کا استعمال کرتے ہیں پھر ترتیب وار لفظوں، آسان جملوں اور مشکل جملوں کا۔ اگر ہم ایسا کریں تو شاید بچہ زبان سیکھ ہی نہ پائے۔

زبان سیکھنے کے ابتدائی دور میں بچہ جن اصولوں کو ذہن نشین کرتا ہے ان کا ایسے لفظوں یا جملوں پر بھی اطلاق کرتا ہے جن کا اطلاق بڑے نہیں کرتے۔ مندرجہ بالا مثالوں سے اسی بات کا ثبوت ملتا ہے۔ انگریزی زبان کے بچے بھی childrens، goed، comed جیسے الفاظ کا اکثر و بیشتر استعمال کرتے ہیں۔ بچے نے اکثر یہ سنا ہے کہ انگریزی میں فعل ماضی کو ظاہر کرنے کے لیے ed کا استعمال کیا جاتا ہے اور جمع بنانے کے لیے لفظوں میں 's' لگایا جاتا ہے۔ لیکن بچوں کی زبان کے یہ نمونے ان کی زبان کی نشو ونما کے عارضی مراحل ہیں۔ جیسے جیسے بچوں کو اس قسم کی مثالیں بڑوں سے سننے کو ملتی ہیں وہ خود ہی اپنی زبان کی اصلاح کر لیتے ہیں اور ان اصولوں کا استعمال اس طرح کے تمام سیاق میں کرنا بند کر دیتے ہیں۔

زبانی اور تحریری زبان کے تصورات کی تشکیل میں مماثلت

یہ بات غور کرنے کے لائق ہے کہ بچہ اپنی بولی جانے والی زبان کی تشکیل خود کرتا ہے۔ اگر ہم ایسا مانتے ہیں کہ بچے کے ذریعے بولی جانے والی زبان سیکھ لینا نقل کا نتیجہ ہوتا ہے تو ہم نہ صرف پورے عمل کو انتہائی سہل پسند صورت میں دیکھتے ہیں بلکہ بچے کی وقوفی صلاحیتوں کا بہت کم کر کے اندازہ لگاتے ہیں۔

پچھلے حصے میں بچوں کی بولی جانے والی زبان کی نشو ونما کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ یہ سوال اٹھ سکتا

ہے کہ پڑھنے کی مہارت پر لکھی گئی کتاب میں بولی جانے والی زبان پر بحث کیوں ہے؟ اس سوال کے دو جواب ہیں، پہلا، زبان ایک مکمل اکائی ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہم زبان کے وجود کو استعمال اور ساخت وغیرہ میں تقسیم کر کے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی سہولت کے لیے زبان کو چار طرح کی مہارتوں میں تقسیم کر کے اس کا ذکر ضرور کرتے ہیں، لیکن یہ تقسیم زبان میں شامل نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بولنا سیکھنے اور پڑھنا سیکھنے میں ایک مماثلت ہے۔ وہ مماثلت بولنا سیکھنے اور پڑھنا سیکھنے کی نشوونما میں ماحول کے کردار کی ہے۔ اس ماحول کا پس منظر وسیع ہے جس میں نہ صرف گھر اور خاندان شامل ہے بلکہ وہ سبھی حالات، مقام، شخص وغیرہ بھی شامل ہیں جن کے رابطے میں بچہ آتا ہے۔

بچے کی بولی جانے والی زبان کی نشوونما پوری طرح سے تبھی ہو پاتی ہے جب بچہ پوری طرح سے ایسے زبانی ماحول میں ڈوبا ہوا ہو جہاں زبان (زبانوں) کا مکمل استعمال ہو رہا ہو۔

اس زبانی ماحول کے بارے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ اتنا فطری ہے کہ اس پر ہمارا دھیان ہی نہیں جاتا۔ غور کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ زبانی ماحول بچے کی بولی جانے والی زبان سکھانے کے لیے نہیں تشکیل دیا گیا ہے۔ بولی جانے والی زبان کا استعمال اس ماحول میں موجود لوگوں کی ضرورت سے متاثر ہے۔ اس کے استعمال کے پیچھے کوئی خارجی وجہ نہیں ہے اور اس لیے زبان کا استعمال آسان، غیر ارادی اور بامعنی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ بولنا سیکھنے میں بڑوں کا کوئی رول نہیں ہوتا ہے۔ بڑوں کے درمیان ہوئی بات چیت اور عمل سے چھوٹے بچے کو پس منظر ملتا ہے اور وہ زبان کی باریکیوں، ساخت، اصولوں سے خود بخود واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ یک طرفہ عمل نہیں ہے جس میں صرف بڑے بولتے ہیں۔ چھوٹا بچہ بولی جا رہی زبان کے اصول مسلسل تبدیل اور تشکیل دیتا رہتا ہے۔ یہ تبھی ممکن ہو پاتا ہے جب بچے کی بولی ہوئی بات پر ردعمل یا جواب ملتا ہے۔ بچے کی بات پر ردعمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ بچے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کی بات کا بھی کوئی اثر ہے۔

پڑھنے اور لکھنے کا تعلق

روایتی فہم یہ بتاتی ہے کہ پڑھنا اور لکھنا دو مختلف مہارتیں ہیں۔ اس سمجھ میں یہ تصور بھی شامل ہے کہ پڑھنا حاصل کی جانے والی مہارت ہے اور لکھنا تخلیقی مہارت ہے اور پڑھنے اور لکھنے کی ترتیب وار طریقے سے نشو ونما ہوتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ کلاس روم میں لکھنا سکھانے کا مقام پڑھنا سیکھنے کے بعد ہوتا ہے۔ اس ترتیب میں پڑھنا سیکھنے سے پہلے آتا ہے اور لکھنا بعد میں۔ حالانکہ پڑھنا سیکھنے سے پہلے اسکولوں میں اکثر پہلی کلاس کے بچے گھنٹوں حروف کی شکلیں اپنی کاپیوں میں بناتے رہتے ہیں۔ بعض اساتذہ یہ مانتے ہیں کہ اس مشق سے بچے حروف سے واقف ہو جائیں گے اور پڑھنے کی جانب توجہ دیں گے۔

دونوں ہی عمل میں کئی ایسی مماثلتیں ہیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں جیسے پڑھنا اور لکھنا دونوں ہی بامقصد ہوتے ہیں۔ پڑھتے وقت قاری معنی اخذ کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اسی طرح لکھتے وقت بھی لکھنے والا معنی کی تشکیل کرتا ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ پڑھتے وقت ہم کئی مرتبہ اپنے معنی میں ترمیم کرتے ہیں اور اسے دوبارہ پڑھتے ہیں۔ ویسے ہی لکھتے وقت ہم اپنی تحریر میں تصحیح کرتے چلتے ہیں۔ پڑھنے اور لکھنے کی دونوں ہی صورتوں میں بالآخر ہم ایک حتمی معنی کی تشکیل کرتے ہیں۔

گذشتہ کچھ دہائیوں میں اسکول جانے سے پہلے بچوں میں نشو ونما پا رہی تحریری زبان کے تصور کو سمجھنے کے لیے کئی تحقیقی کام کیے گیے ہیں۔ ان تحقیقات کے نتیجے اس طرح سامنے آئے ہیں –

- بچے اپنے آس پاس ہو رہے تحریری زبان کے استعمال سے پڑھنے اور لکھنے کے بارے میں کچھ تصورات وضع کرنے لگتے ہیں۔
- پڑھنے اور لکھنے سے متعلق کر یہ سمجھ قائم ہو رہی ہے کہ پڑھنا اور لکھنا دو الگ الگ عمل نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے سے اس طرح سے پیوست ہیں کہ پڑھنے کے بارے میں قائم تصور لکھنے کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی بچی اپنی ماں کو کلینڈر میں کسی تاریخ پر نشان لگا کر یہ لکھتے دیکھتی

ہے کہ ’گیس کا سلینڈر بدلا‘ تو وہ بچی صرف لکھنے کی ایک سرگرمی کو نہیں دیکھ رہی ہے۔ظاہر ہے کہ لکھنے کے اس عمل میں پڑھنا بھی شامل ہے۔

اس ایک سرگرمی میں پڑھنے لکھنے سے متعلق بہت سارے تصورات اور سمجھ شامل ہیں۔غور کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ ایک بامعنی سرگرمی کسی بھی گھر میں (جہاں کوئی اخبار یا رسالہ نہ بھی آتا ہو) واقع ہوسکتی ہے۔شاید اس ایک موقع سے سمجھ کر بچی خود کسی خاص تاریخ پر نشان لگا کر کلینڈر کا استعمال کرنا چاہے، جیسے یہ دکھانے کے لیے کہ اس کے دادا دادی گھر آرہے ہیں، وہ 22 اکتوبر پر دائرہ بنا کر دو چہرے بنادے۔ایسا کرنے کے لیے شاید اسے بڑے بھائی، بہن یا والدین کی مدد لینی پڑے۔

اسکول میں داخل ہونے سے پہلے کے دور میں بچے ایسے کتنی ہی عام اور روزمرہ کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہیں جو انھیں تحریری زبان کے ذریعے پڑھنے لکھنے سے متعارف کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

پڑھنے لکھنے کا ابتدائی دور

اس دور میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بچہ پڑھنے لکھنے کے اسی خاکے سے واقف ہو جس سے کہ ایک بڑا ہوتا ہے۔اوپر دی گئی مثال میں بچی 22 تاریخ پر نشان لگا کر یہ لکھتی نہیں ہے کہ دادا دادی گھر آرہے ہیں۔وہ ایک تصویر کے ذریعے اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔یہ تصویر اتنی ہی بامعنی ہے جتنا کہ ایک تحریری جملہ۔بچی لکھنے کے بارے میں یہ ضرور سمجھ گئی ہے کہ نشان کی مدد سے اپنی بات کو ریکارڈ کیا جاسکتا ہے اور کچھ وقفے کے بعد ان تصویروں سے وہ معنی اخذ کیے جاسکتے ہیں جو لکھتے وقت سوچا گیا تھا۔جب بچی 20 یا 21 اکتوبر کا کلینڈر دیکھے گی تو 22 تاریخ پر بنے ہوئے چہروں کو پڑھ کر اس کے دماغ میں خیال آئے گا کہ دادا دادی گھر آنے والے ہیں۔

اسی مثال میں پڑھنے لکھنے کے ایسے تصورات شامل ہیں جو ایک بڑے کی پڑھنے لکھنے کی سمجھ سے الگ نظر آتے ہیں، لیکن یہ فرق محض سطحی ہے۔ایک 4-3 سال کے بچے کی سمجھ اور ایک بڑے کی سمجھ کی بنیاد ایک ہی ہے۔بچے کی پڑھنے لکھنے کی سمجھ ابھی نشو و نما کے مرحلے طے کر رہی ہے اور رفتہ رفتہ اس نقطے

کی طرف بڑھ رہی ہے جو عام طور پر قابل قبول ہے۔ اس نقطے تک پہنچنے سے پہلے وہ پڑھنے لکھنے کے بنیادی تصورات سے آگاہ ہوتا ہے۔

پڑھنے لکھنے کے اس ابتدائی دور کو، جب رسمی طور پر بچے کو پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا جا رہا ہے، ایک خاص دور مانا گیا ہے۔ اس دور میں بچہ پڑھنے لکھنے کے بارے میں جن تصورات کی تشکیل کرتا ہے اسے Emergent Literacy کا نام دیا گیا ہے۔

ایسے حوالہ جات کی فہرست بنائیں جن میں بولی جانے والی زبان کو مختلف مقاصد کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اپنے کام کو انجام دینے کے لیے، دھیان دلانے کے لیے، کھیلنے کے لیے وغیرہ۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایسے حوالے بے شمار ہیں اور ان کی کبھی نہ ختم ہونے والی فہرست ہے۔ جب پہلی مرتبہ بچہ کلاس میں آتا ہے تو اس کے پاس زبانی اور تحریری معلومات کیا ہوتی ہے؟

زبانی	تحریری
اپنے تجربات کا اظہار کر سکتی ہے	زبانی اور تحریری زبان کے تعلق کو سمجھتا/سمجھتی ہے۔

اسکولی زندگی کے ابتدائی دنوں میں ہی بچوں کے لیے پڑھنا اور لکھنا انتہائی مشکل، غیر دلچسپ اور تھکا دینے والا کام ہوتا ہے۔ علم کے پُر خار راستے پر اسے بہت سی ناکامیوں کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور ان سب کا سبب یہ ہوتا ہے کہ تعلیم پوری طرح سے کتابی عمل بن جاتی ہے۔ میں دیکھتا آیا تھا کہ اسباق میں بچے حروف کے درمیان فرق کرنے میں کتنا زور لگاتے ہیں اور کیسے یہ حرف ان کی آنکھوں کے سامنے ناچتے ہیں، ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتے ہیں اور ایسی ٹیڑھی لکیریں بن جاتے ہیں جو بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں۔

وسیلی سکھ ملینسکی

پڑھنے کی آموزش اور اسکول

اخباروں کی روز بروز بڑھتی تعداد اور تعدادِ اشاعت سے ایسا لگتا ہے کہ ہمارے سماج کی شرح خواندگی شاید بڑھ رہی ہے۔لیکن اعداد وشمار کچھ اور ہی بتاتے ہیں۔ہم مانتے ہیں کہ بچپن میں سات آٹھ برس کی اسکولی تعلیم سبھی کو پڑھنا سکھا ہی دیتی ہے۔2005 میں این سی ای آر ٹی کی جانب سے کیے گیے سروے کے مطابق تیسری جماعت تک کل 56 فیصد بچے ایسے ہیں جو تعلیمی نظام کے مسائل سے دوچار ہیں۔ان کا کیا ذکر جو اس مایوسی کے عالم میں اسکول ہی چھوڑ دیتے ہیں؟

اشوک پڑھنا چاہتا تھا۔اس کے خاندان میں کبھی کوئی اسکول نہیں گیا تھا۔ والد زمین کے چھوٹے سے خطے پر کھیتی باڑی کرتے تھے جو ناخواندہ تھے اشوک نے کئی بار ضد کی، ماں کو سمجھایا اور آخر میں والد مان گئے کہ اسے پاس کے قصبے کے پرائمری اسکول میں داخل کرا دیں گے۔

پہلے درجے میں ہندی پڑھاتے وقت استاد نے حروف تہجی سکھائی۔ایک ایک حرف کی آواز ہفتوں رٹائی، حرف کی شکل بنانا سکھایا۔جن بچوں کو دقت پیش آتی تھی ان کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا۔ اگست سے اکتوبر تک کلاس کا بلیک بورڈ حروف تہجی کی شکلوں سے بھرا رہا۔بچے ایک ایک حرف کی شکل بیسیوں مرتبہ بناتے۔اس طرح آخر میں اشوک نے پوری حروف تہجی سیکھ لی۔

اب استانی نے نصابی کتاب کی جانب توجہ دی جس میں ہر حرف کے ساتھ ایک لفظ لکھا تھا اور ایک تصویر بنی تھی۔ क کے سامنے لکھا تھا 'کبوتر'۔اشوک شروع سے جانتا تھا کہ क کا مطلب ہوتا ہے 'کبوتر'۔اس لیے جب استانی نے حروف ملا کر کبوتر پڑھنا سکھانا چاہا تو اشوک بہت خوش ہوا۔ لیکن اسے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ دراصل استانی صاحبہ کے لیے क، बू، त اور र کا مجموعہ کبوتر ہے۔جبکہ اشوک کے مطابق क ہی کبوتر ہے۔استانی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اشوک کے نقطۂ نظر کو سمجھے۔'اشوک کا بھی کوئی نقطۂ نظر ہے' یہ بات وہ جانتی تھیں یا نہیں، میں یقین سے نہیں کہہ

سکتا۔ بہرحال انھوں نے سوچا کہ اشوک क کے ساتھ لکھے لفظ کو دیکھ کر کبوتر کہہ رہا ہے یعنی وہ پڑھنا سیکھنے لگا ہے۔

اسی طرح اشوک نے باقی حروف کے سامنے لکھے لفظوں کو پڑھنا سیکھ لیا۔ حروف کی شکلیں سلیٹ پر اور کاپی پر اتارنا تو وہ پہلے ہی سیکھ چکا تھا۔ پہلی جماعت کے اختتام تک وہ اپنی ترقی سے بہت خوش تھا۔ جب وہ دوسری جماعت میں آیا اور کلاس میں اس سے کتاب پڑھنے کو کہا گیا تو اس نے اس طرح پڑھا - کبوتر کا क، مٹر کا म، لنگور کا ल، 'क म ल' ہر مرتبہ اسے اسی طرح پڑھتے دیکھ کر استانی ذرا ناراض ہوئیں۔ اشوک کی ہر کوشش کے بعد استانی اس سے کہتیں - ''دوسرے بچوں کو دھیان سے سنو، ان کی طرح پڑھو۔'' اشوک دوسرے بچوں کو بہت غور سے سنتا، لیکن وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتا کہ وہ کہاں غلطی کر رہا ہے۔ اسے محسوس ہوتا کہ دوسرے ٹھیک اسی کی طرح پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی پڑھ کر سنا رہے ہیں پھر استانی اس سے ناراض کیوں ہیں؟ خوش قسمتی سے استانی اور بھی بچوں سے خفا ہوتی تھیں اس لیے اشوک اپنے آپ کو ایک دم تنہا نہیں محسوس کرتا تھا۔ کسی طرح اس نے دوسری جماعت کا پورا سال گذار لیا۔ دھیرے دھیرے اس کی क سے کبوتر کہنے کی عادت بھی کم ہوگئی۔ اب وہ اس انداز میں پڑھتا تھا -

ग پر उ کی ماترا गु

ल پر आ کی ماترا ला

ब

क پر आ کی ماترا का

फ پر ऊ کی ماترا फू

ल

ल – फू का ब – ला – गु

آخر کار تیسری کلاس کی پڑھائی شروع ہوئی لیکن تیسری جماعت کی شروعات سے ہی خلل

پڑھنے لگا۔ جغرافیہ نام کا ایک نیا مضمون شروع ہوا۔ یہی حالت ایک اور نئے مضمون سائنس کی کلاس میں ہوئی۔ اشوک دھیرے دھیرے پڑھنے کی کوشش کرتا تو استانی صاحبہ صبر کھو بیٹھتیں۔ مہینے بھر میں استانی صاحبہ اشوک سے اتنا پریشان ہو گئیں کہ انھوں نے اس سے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا۔ ان کی بے صبری اور ناراضگی کی ڈور، جس سے اشوک ابھی تک بندھا ہوا تھا، بے نیازی میں تبدیل ہو گئی۔ اشوک کو محسوس ہونے لگا کہ استانی کو اب اس سے کوئی رغبت نہیں رہی۔ دیوالی کی چھٹیوں کے بعد وہ اسکول واپس نہیں لوٹا۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ اشوک کی کہانی کوئی انوکھی نہیں ہے۔ یہ ایک قومی المیہ اور ہمارے ملک کا ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ پڑھنا لکھنا وہ سب سے بنیادی مہارت ہے جس پر کلاس روم کے نصاب کا ڈھانچا قائم ہوتا ہے۔ اس بنیادی مہارت کے بغیر اسکولوں میں ترقی ناممکن لگتی ہے۔ لیکن اسکولی نظام اسے بھی ممکن بنا دیتا ہے۔

میں چھٹی جماعت کے ہندی کے امتحانات کی نگرانی کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ کئی بچے بڑی محنت اور تندہی سے پرچۂ سوالات کی خوش خط نقل کر رہے تھے۔ میں نے ان میں سے چند بچوں سے پوچھا کہ وہ کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انھوں نے میری جانب بڑی بے رخی سے دیکھا، میں آگے بڑھ گئی۔ آخر کار میں ایک لڑکی کے پاس گئی جو یوں ہی خاموش بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے رکھی امتحان کی کاپی میں صرف اس کا نام، کلاس اور سیکشن لکھا تھا، باقی کاپی خالی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس نے ابھی تک کچھ کیوں نہیں لکھا؟ اس نے میری جانب دیکھا اور کہا ''مجھے لکھنا نہیں آتا۔''

استانی – یہ کیسے ہو سکتا ہے، پھر پڑھ کر دیکھو، کچھ تو آتا ہوگا۔

طالبہ – مجھے کچھ بھی لکھنا نہیں آتا۔

استانی – لاؤ پرچہ مجھے دکھاؤ۔ دیکھو یہ تو مضمون (Essay) ہے، یہ تو تم لکھ سکتی ہو۔ یہ تو

دیوالی پر مضمون ہے۔

طالبہ – اچھا، لیکن میں کیا لکھوں، مجھے تو لکھنا نہیں آتا۔

استانی – تم کچھ بھی لکھ سکتی ہو۔ تم نے دیوالی منائی تھی اس سال؟

طالبہ – جی میڈم جی۔

استانی – مزہ آیا تھا؟

طالبہ – جی میڈم جی۔

استانی – اچھا، تو پھر سب لکھ دو۔

طالبہ – میڈم جی کیسے لکھوں؟ مجھے لکھنا نہیں آتا۔

استانی – اچھا، پہلے مضمون کا عنوان لکھو، 'دیوالی'۔

بہت ہی خوش خط انداز میں طالبہ نے عنوان لکھا، 'دیوالی'۔

استانی – اب آگے لکھو!

طالبہ نے پھر اسی خوش خط انداز میں ''دیوالی'' لکھا اور رک گئی۔

استانی – آگے لکھو... ایک بہت اچھا تہوار ہے۔

طالبہ – میڈم جی ایک کیسے لکھتے ہیں؟

استانی – ए اور क

طالبہ – 'ए' کیسے؟

استانی – ایڑی والا 'ए' اور کمل والا 'क'۔

طالبہ نے एक لکھا – اس طرح سے ایک جملے کو پورا کرنے میں ہمیں 20-15 منٹ لگے۔ اب تک نہ صرف میں تھک گئی تھی بلکہ میرا صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ اس تجربے نے واقعی میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ بچی اسکول میں پانچ برس گذار چکی تھی لیکن اب بھی وہ معنی کے ساتھ پڑھ نہیں سکتی تھی۔ وہ صرف خوش خط انداز میں بعض نشانات (علامتوں) کی نقل کر سکتی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ آخر وہ چھٹی جماعت تک پہنچ کیسے گئی اوراس نے اب تک کے سبھی امتحانات پاس کیسے کر لیے؟ اس نے ایک چھوٹی بچی کی طرح معصومیت سے کہا ''بورڈ سے نقل کر کے پاس ہوئے تھے، میڈم جی۔''

یہ دونوں ہی تجربے ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارے ملک میں پڑھنے کی مہارت سے متعلق طریقۂ کار کا گذشتہ 80-30 برسوں کی تحقیقات سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ اشوک اور سنیتا اسی روایتی طریقۂ تدریس سے ہی پڑھنا سیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ جب ہم کسی مروجہ طریقے کو تسلیم کر لیتے ہیں تو وہاں کسی بھی قسم کی توجیہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

زبان اور تعلیم کے میدان کے زیادہ تر ماہرین اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ پڑھنا ایک آسان، بامعنی اور سودمند عمل ہے۔

جانکی شاید کبھی اسکول گئی تھی، سات آٹھ سال پہلے، کچھ عرصے کے لیے۔ کئی زبانیں بول لیتی ہے، ہندی، نیپالی، بنگلہ۔ پڑھنا لکھنا نہیں جانتی، لیکن پڑھنے کی خواہش بہت ہے۔ پوچھا... اسکول کیوں چھوڑا؟... جواب میں بےلوث کھلکھلانے والا چہرہ کہیں گم ہو گیا۔ آگے کچھ پوچھنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ بہرحال... شروع ہوا پڑھنے کا سلسلہ بغیر حروف کا اعراب، بارہ کھڑی کے۔ بولی جانے والی زبان عمدہ تھی... لہٰذا سیدھے کہانیوں سے شروع کیا۔ جانکی اپنے اردگرد چھپی ہوئی اشیا سے پُر ماحول کے تئیں بےحد حساس تھی۔ روز ہندی، انگریزی کے اخبار میں نیپال کی خبریں تلاش کرتی، پوری لگن سے اشتہار پڑھنے کی کوشش کرتی۔ شام کو جب میں گھر واپس آتی تو دن بھر کی خبریں مجھے بتاتی، سمجھ میں نہ آنے والے الفاظ پر نشان لگے ہوتے۔ پھر اسے کہانی کی چھوٹی چھوٹی تصویروں والی کتاب دی۔ اس نے فوراً پڑھنا شروع کیا۔ یقین نہیں ہوا کہ تصویروں اور حروف کی پرانی شبیہوں کا استعمال کرتے ہوئے جانکی نے پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ اٹک کر، کچھ پوچھ کر اس نے کہانی پڑھ لی۔ کئی جگہوں پر تصویر دیکھ کر قیاس کیا۔

پڑھاتے وقت یہ محسوس ہوا کہ کہانی میں آئے ہوئے لفظ اور اعراب کے ساتھ کچھ حرف الگ سے لکھ لیے جائیں تو بہتر ہوگا۔ ایک معاون اشیا کے طور پر ان کا استعمال ہو سکے گا۔ بار بار مجھ سے پوچھنے کی جگہ وہ خود معلوم کرنے کے لیے ایسا ایک سہارا چاہتی تھی۔ احساس ہوا کہ حرف، اعراب کو پوری طرح خارج نہ کریں، امدادی اشیا کے طور پر رکھ لیں۔ پڑھنے کے شوق نے اسے اتنی ترغیب دی کہ وہ کہانی کے الفاظ کو اپنے آس پاس جو بھی چھپی ہوئی اشیا جیسے اخبار، رسائل ملتے، ان میں تلاش کرتی۔

گانے اور ٹی وی دیکھنے کی شوقین جانکی نے ایک اور طریقہ تلاش کیا۔ اس نے ٹی وی پروگرام 'چترہا' کو پابندی کے ساتھ دیکھنا شروع کیا جہاں گیت اسکرین پر لکھے ہوئے آتے ہیں۔ اس کی پوری توجہ لکھے ہوئے الفاظ کو گیت کے لفظوں سے جوڑنے پر مرکوز رہتی۔ اس کی چھپی ہوئی اشیا کا ذخیرۂ الفاظ بڑھنے لگا۔

جانکی کے پڑھنے میں لگاتار بہتری آ رہی ہے۔ وہ لفظ آسانی سے پہچان لیتی ہے، اندازہ اور قیاس خوب لگا لیتی ہے۔

جانکی پڑھ رہی ہے حروف تہجی کو بغیر رٹے ہوئے... سمجھ کر پڑھ رہی ہے، سوال پوچھتے ہوئے پڑھ رہی ہے، کہانی پر اپنی رائے دیتے ہوئے پڑھ رہی ہے۔ صحیح پڑھنے کا سفر دیر سے ہی سہی شروع ہو چکا ہے۔

جانکی، سنیتا اور اشوک ایسے بچے ہیں جو اسکولی زندگی کے الگ الگ پڑاؤ پر یا تو اسکول سے جدا ہو گئے یا پھر اسکول میں رہتے ہوئے بھی اس سے کئی معنوں میں وابستہ نہیں رہ پائے۔ اس وابستگی کی عدم موجودگی میں پڑھنا سیکھنا کہیں پیچھے چھوٹ گیا۔ شاید اس لیے کہ پڑھنا وابستگی کا ہی عمل ہے جس میں پڑھنے کی اشیا کے ذریعے ایک رشتہ قائم ہوتا ہے۔

پڑھنے کی شدید خواہش رکھنے کے باوجود اشوک تیسری کلاس تک آتے آتے اپنا جوش اور جستجو کھو چکا

تھا۔اس کے اسباب کو کہانی میں تلاش کرنا مشکل نہیں۔

سنیتا چھٹی جماعت تک کیسے پہنچی؟ اس کا جواب ہم میں سے ان لوگوں کے پاس ہوگا جو اسکولی نظام کو چلانے والے منصوبوں اور اصولوں سے واقف ہیں۔ سنیتا جیسی بچیوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ لیکن یہ کثیر تعداد کسی بھی طرح سے اس افسوسناک حالت کو کم نہیں کرتی۔ 7-6 سال اسکول میں گزارنے کے بعد بھی سنیتا پڑھ پانے سے کوسوں دور ہے۔

جانکی برسوں تک اسکول سے دور رہنے کے بعد تحریری زبان تلاش کرتی رہتی ہے اور حروف کے گروہ کو یاد کر کے ان کے پیچھے چھپے معنی کو جاننا چاہتی ہے۔ ذریعہ خواہ کوئی ہو، اخبار کی سرخیاں، فلمی گیتوں کے بول یا پھر بچوں کے لیے آسان کہانیاں۔

جانکی، سنیتا اور اشوک کی کہانیاں آبادی کے اس بڑے حصے کی نمائندگی کرتی ہیں جس نے کبھی نہ کبھی اسکول کی دہلیز پر تو قدم رکھا ہے لیکن قاری ہونے (پڑھنے والے) کے سکھ اور خوشی سے محروم رہی ہیں۔

◈ ◈ ◈

ایک روز لیزا عوامی لائبریری سے لائی ہوئی کتابوں میں سے ایک کتاب لے کر بڑی سی کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے لگی۔ میں اس کے بدبدانے کی آواز تو سن پا رہا تھا۔لیکن یہ صاف نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کہہ کیا رہی تھی۔اس کے پڑھنے کے لہجے اور خاموشی سے مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ کتاب میں کئی الفاظ ایسے ہیں جنھیں وہ جانتی ہے اور دیکھ کر پہچان سکتی ہے۔لیکن کچھ الفاظ ایسے بھی تھے جن کے لیے اسے ٹھہر کر سوچنا پڑتا تھا شاید آواز کی لے سے متعلق اپنی معلومات کی بنیاد پر وہ اندازلگا کر یا پھر دونوں کی مدد سے اس لفظ کے معنی نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔بعض الفاظ وہ چھوڑنے کے لیے تیار تھی، اسے ہر لفظ کو سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد اس کا سامنا ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جس کا نہ تو وہ اندازہ لگا پاتی اور نہ ہی چھوڑ پاتی تھی۔اسے ایسا ہی ایک لفظ ملا، وہ کتاب لے کر اپنی کرسی سے دھیرے سے اٹھی اور میری جانب آئی۔اس نے ایک لفظ کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا ''اسے کیا کہتے ہیں؟'' اسے دیکھ کر یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ کہہ رہی ہو ''تمھیں کیا لگتا ہے، یہ کیا ہے؟ بول کر دیکھو جیسے بچکانے سوال مت کرنا۔اگر میں ایسا کر سکتی تو یہاں تمھارے پاس کھڑے ہو کر یہ نہ پوچھتی۔ مجھے بس اتنا بتا دو کہ اس لفظ کو کیا کہتے ہیں؟'' میں نے اسے بتایا، اس نے سر ہلایا اور واپس اپنی کرسی پر بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔

بعد میں جب میں نے اس کی ماں سے پوچھا کہ اس نے کتنی مرتبہ کسی لفظ کے بارے میں پوچھا ہے۔تو انھوں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا ''زیادہ نہیں۔ ہفتے میں شاید ایک یا دو بار، اس سے زیادہ نہیں۔'' پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا ''ویسے یہ بات بہت دلچسپ ہے۔جب بھی وہ کسی لفظ کے بارے میں پوچھتی ہے، اسے کبھی بھولتی نہیں۔'' یہ بات دلچسپ ہے لیکن تعجب کی بات نہیں۔ جو چیزیں ہم اپنے طور پر سیکھتے ہیں، ہم واقعی جاننا چاہتے ہیں، ہم بھولتے نہیں۔

جان ہالٹ

پڑھنا - ایک نظریہ

پڑھنا کیا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب شاید ہر شخص دے سکتا ہے۔ پوچھے جانے پر ممکن ہے اس سوال کے بے تکے پن پر حیرانی بھی ہو۔ سوال ہی ایسا ہے۔ اس میں پوچھنے کے لیے کیا ہے؟

جواب کچھ اس طرح کے ہو سکتے ہیں:

- چھپی ہوئی اشیا کا تلفظ کرنا۔
- حروف کی آوازوں کو جوڑ کر لفظ اور پھر جملے بنانا۔
- لکھی ہوئی بات کو سمجھ پانا۔
- کسی زبان کے رسم الخط کو پہچاننا۔
- چھپی ہوئی اشیا کے مواد سے کسی تجربے، معلومات، جذبے، واقعہ، منظر وغیرہ کا بے ساختہ یاد آنا۔
- چھپی ہوئی اشیا کے مواد کو کسی سابقہ معلوم سیاق میں رکھنا۔
- تیز رفتاری سے حروف پہچان کر انھیں جوڑ پانا۔
- تیزی کے ساتھ لفظ کی پہچان کرتے ہوئے اور انداہ لگاتے ہوئے چھپی ہوئی اشیا کو سمجھنا۔
- چھپی ہوئی اشیا پر جذباتی سطح پر ردعمل ظاہر کرنا۔ جیسے خوف، جوش، تعجب وغیرہ جذبات کو خود محسوس کرنا۔
- پڑھے ہوئے جملے کے حصے کی بنیاد پر باقی جملے میں آنے والے لفظ (لفظوں) کا اندازہ لگانا۔

سرسری نگاہ ڈالنے پر ان میں سے بہت سے جواب ایک ہی معلوم ہوں گے لیکن ان میں باریک فرق موجود ہے۔

ان جوابوں میں سے کوئی بھی ایک جواب، پڑھنے کی مہارت کی صحیح اور مکمل تفصیل نہیں پیش کرتا۔ ان تمام جوابات میں 'پڑھنے' کا کچھ حصہ شامل ہے اور جب ان تمام جوابوں کو ایک ساتھ رکھا جائے تبھی

’پڑھنے‘ کے ہر پہلو کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی پڑھنا محض رسم الخط یا رسم الخط میں بند زبان کو کھولنا ہی نہیں بلکہ چھپی ہوئی اشیا سے کئی سطحوں اور ان کے کئی پہلوؤں سے باہم تعامل کرنا بھی ہے۔ پڑھنے کی اس مجموعی تعریف میں بہت ساری مہارتیں اور سرگرمیاں شامل ہیں۔ ہر مہارت کی کامیابی اور معنویت دوسری مہارتوں کی موجودگی پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صرف ایک یا کچھ مہارتوں کی موجودگی پڑھنے کے عمل کو مکمل نہیں کرتی۔

1۔ پڑھنا سکھاتے وقت آپ ان میں کیا کیا سکھاتی ہیں؟

حروف کی پہچان، حروف اور آواز کا تعلق، املا، اعراب، بارہ کھڑی، سیاق سے اندازہ لگانا، جملے کی نحوی ترتیب سے معنی کو سمجھنا، کئی طریقوں کا استعمال، تصاویر کو غور سے دیکھنا، پڑھنے سے پہلے پڑھنے کے مواد پر گفتگو کرنا۔

2۔ ان میں کون سی باتیں سب سے زیادہ مرکز میں رہتی ہیں؟ تین کے نام لکھیے:

(i) ....

(ii) ....

(iii) ....

3۔ ذرا سوچیے کہ پڑھنا سکھاتے وقت، زبان کے کون کون سے پہلوؤں پر آپ زیادہ دھیان دیتی ہیں؟

پڑھنے میں شامل مہارتیں

پڑھنے کی مہارت بے حد آسان اور فطری ہے۔ یہ قول ان کے بارے میں سچ ہے جنھیں پڑھنا سکھایا نہیں گیا، بلکہ بے روک ٹوک پڑھنے کے موقعے دیے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو پڑھنے کی معنویت اور اس کے استعمال سے روبرو ہونے کا موقع نہیں حاصل ہوا ہے۔

پڑھنے کی مہارت مشکل اور پُراسرار بھی ہے۔ یہ قول ان لوگوں پر صادق آتا ہے جنھیں

پڑھنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ کیوں کہ وہ پڑھنے کے اہتمام میں الجھے رہے اور پڑھنے کے لطف اور اس کے ذائقے سے محروم رہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پڑھنا محض ایک مہارت نہیں ہے بلکہ اس میں بہت ساری مہارتیں شامل ہیں جو ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ پڑھنے کا جوہر ان مہارتوں کے باہمی تعلق میں ہی پنہاں ہے۔ کوئی بھی ذیلی مہارت اپنے آپ میں مکمل نہیں ہے۔ ایک یا دو مہارتوں کو حاصل کر لینے سے پڑھنا آنے کا دعوا نہیں کیا جا سکتا۔

یہ مہارتیں کون سی ہیں اور ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ بعض مثالوں کے ذریعے پڑھنے کے اس باریک پہلو کو سمجھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

जक सलली मर्य कोरच थै इफ़ना।

مذکورہ بالا جملہ آپ نے 'پڑھ' لیا ہوگا۔ 'پڑھا' اس معنی میں ہوگا کہ لفظوں کا تلفظ ادا کر لیا ہوگا۔ آپ جملے سے کیا سمجھے؟

اب ایک دوسرا جملہ دیکھیے۔

वे लोग रातों–रात बनन से कानपुर पहुँचे।

دیوناگری رسم الخط میں لکھا ہونے کی وجہ سے ہم نے اسے پڑھ تو لیا لیکن کیا مفہوم سمجھ پائے؟ کیا سمجھ کے بغیر پڑھنا ممکن ہے؟ الفاظ کا تلفظ ادا کر لینا، لفظ بہ لفظ پڑھ لینا دراصل پڑھنا نہیں ہے۔ پڑھنا تو تب ہوتا ہے جب ہم پڑھتے ہوئے متن کو سمجھ پائیں، اپنے مفہوم واضح کر پائیں۔ آخر یہاں کن وجوہات کی بنا پر ہم ایسا کر پانے سے قاصر ہیں؟

- ہم اس زبان سے واقف نہیں ہیں۔ ہم اسے سمجھ نہیں پاتے۔
- اس میں کہی ہوئی بات سے ہم ناآشنا ہیں۔ یہاں جن تصورات کی بات کی جا رہی ہے ان سے ہم واقف نہیں ہیں۔

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ

- رسم الخط (حروف اور آواز) سے تعارف
- زبان سے تعارف
- زبان کے جملوں کی ساخت اور اسلوب سے تعارف
- موضوع سے تعارف

ان کی مدد کے بغیر ہم نہیں پڑھ سکتے۔ 'پڑھنے' میں یہ سب معاون ہوتے ہیں۔

(i) **زبان سے تعارف**: پڑھے جانے والے متن کو پڑھنے سے پہلے ہمیں اس زبان کو جاننا اور سمجھنا ہوگا۔ اس کی عدم موجودگی میں پڑھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ بولی جانے والی زبان ہی تحریری شکل میں ہوتی ہے اور اگر ہم بولی گئی زبان ہی نہیں جانتے تو لکھی گئی بات پڑھ ہی نہیں سکتے۔

(ii) **زبان کی ساخت/اسلوب**: ہر زبان ایک مخصوص نظام ترتیب کی پابند ہوتی ہے خواہ وہ لفظوں کی سطح پر ہو، آوازوں کی سطح پر ہو یا جملوں کی سطح پر ہو۔

(iii) **سابقہ معلومات/تجربات**: زبان اور موضوع کی ساخت سے متعلق واقفیت سابقہ معلومات کہلاتی ہے جس کی مدد سے ہم پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لکھنے، پڑھنے، سننے کے دوران معنی تک رسائی سابقہ تجربے یا سابقہ معلومات کی مدد سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ سابقہ معلومات یا تجربات کے معنی یہ ہیں کہ شخص کے پہلے کے حاصل شدہ تمام تجربات اور قائم کردہ تصورات 'اسکیما' کی شکل میں ہمارے دماغ میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اسے سمجھنے کے لیے ہم ایک ڈاک خانے کی مثال لے سکتے ہیں۔ جس طرح الگ الگ جگہ کے خطوط کے لیے الگ الگ خانے ہوتے ہیں اور خاص جگہ کے خطوط ان خانوں یا اس دراز میں رکھ دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے تجربے بھی اسکیما کی شکل میں مخصوص خانوں میں چلے جاتے ہیں۔ ذہن کے یہ خانے آپس میں مربوط ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے ہمیں نئے تجربے ہوتے ہیں اور نئے تصورات

بنتے ہیں ویسے ویسے ہی ان میں مزید اسکیما جڑتے جاتے ہیں۔کئی مرتبہ نئے تجربوں کے مطابق اس اسکیما کی شکل میں چند تبدیلیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔اس طرح اسکیما کی نشوونما اور توسیع برابر ہوتی رہتی ہے۔ پڑھتے وقت ہم سبق اور اسکیما میں تعلق قائم کرتے چلتے ہیں۔ اسکیما اور سبق کا آپسی تعلق جتنا واضح ہوگا ہمارے لیے سبق اتنا ہی واضح اور بامعنی ہوگا۔قاری پڑھے جارہے متن کو تبھی سمجھ پاتا ہے جب وہ اس کے سابقہ تجربے سے منسلک ہوتا ہے۔

◈ ◈ ◈

لیزا کنڈر گارٹن گئی جہاں استانی نے اس کو پڑھنا سکھانے کی کوشش نہیں کی نہ ہی اسے اس جانب آمادہ کیا۔ وہاں بہت ساری کتابیں، علامتیں، خطوط اور ایسی ہی کام کی چیزیں تھیں... اس نے خود کو پڑھنا سکھا دیا! کسی کو پتہ نہیں کہ آخر اس نے یہ کیا کیسے؟ دراصل یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے بارے میں ہم کم ہی جانتے ہیں۔ کئی ہزار بچے ہر برس خود پڑھنا سیکھ جاتے ہیں! بہتر ہوگا کہ ہم اس بات کو جاننے کی کوشش کریں کہ ایسے کتنے بچے ہیں؟ اور انھوں نے پڑھنا کیسے سیکھ لیا؟

جان ہالٹ

تحریری زبان اور جماعت کا ڈھانچہ

پڑھنے کے تعلق سے استاد کی کیا سمجھ ہے، یہ بات اس کے کلاس روم کو دیکھ کر واضح ہو جاتی ہے۔ اساتذہ اپنی سمجھ کے مطابق ہی کلاسی روم کی سرگرمیوں، عملی کاموں، ہدایتوں اور درسی مواد کا انتخاب کرتے ہیں۔ ذیل میں پہلی جماعت کی دو الگ الگ کلاس روم کی تفصیلات درج ہیں جہاں پڑھنا سکھایا جا رہا ہے۔

درجہ اول کی پہلی مثال

نندتا نے سب سے پہلے، تختۂ سیاہ پر تاریخ لکھی ہی تھی کہ بچوں نے ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا ''آج جمعہ ہے۔'' اس پر نندتا نے تاریخ کے نیچے جمعہ لکھ دیا۔ بچوں نے پڑھا جمعہ (ایسا محسوس ہوا بچوں کو دنوں کے نام معلوم ہیں، روز دنوں کے نام بورڈ پر لکھے جاتے رہے ہیں اور وہ انھیں پڑھ بھی سکتے ہیں)۔

تاریخ اور دن کا نام لکھنے کے بعد اب نندتا نے رسمی طور پر پڑھانا شروع کرتے ہوئے بورڈ پر لکھا 'क'۔ دیکھتے ہی بچوں نے تقریباً ایک ساتھ چلاتے ہوئے کہا ''क''۔ نندتا نے اسی क کے بغل میں आ کی ماترا لگا دی۔ بچوں نے ایک آواز میں کہا क میں आ کی ماترا "का''۔ اسی طرح نندتا الگ الگ حروف لکھتی اور اس کے آگے आ جوڑتی گئی۔ بچے اسے پہچان کر بولتے رہے جیسے बा، का، ना وغیرہ)۔

نندتا : اب ایسے الفاظ بتاؤ جس میں का آتا ہو۔ (ادھر ادھر سے بچوں کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ نندتا نے ساریکا سے بتانے کے لیے کہا)

ساریکا : کالا (काला)

زبیر : کاش (काश)

نیرج : کبوتر (कबूतर)

(نندتا نے 'کبوتر' کو باقی الفاظ کے ساتھ بورڈ پر نہیں لکھا کیوں کہ اس میں ''आ'' کے بجائے

’ऊ‘ کی ماترا لگ رہی تھی اور لفظ ’’का‘‘ کے بجائے ’’क‘‘ سے شروع ہورہا تھا۔ آگے چل کر ’’आ‘‘ کی ماترا والے الفاظ کے علاوہ دوسری ماتراؤں والے الفاظ کو الگ لکھا گیا)۔

نندتا : کبوتر میں ’’आ‘‘ کی ماترا کہاں آرہی ہے اور ’’ऊ‘‘ کی ماترا آرہی ہے۔ تمھیں ایسے الفاظ بتانے ہیں جن میں ’’आ‘‘ کی ماترا آتی ہو۔

(اس کے بعد نندتا نے چند ایسے الفاظ بھی پوچھے جن میں ’’आ‘‘ کی ماترا آتی ہو)۔

مشق کے آخر میں بورڈ پر لکھے گئے الفاظ کی ترتیب اس طرح تھی:

کام (काम)	چھاتا (छाता)	تالا (ताला)
کار (कार)	کالا (काला)	مالا (माला)
کاش (काश)	کھانا (खाना)	لالا (लाला)

نندتا : اب اپنی اپنی کاپی نکالو اور لکھو۔

(بچوں نے اپنی اپنی کاپی نکالی اور بورڈ سے نقل کرنے لگے)۔

آیئے اب پڑھنے سے متعلق استاد کی سمجھ کا تجزیہ کرتے ہیں۔

	ہاں	نہیں
• کیا یہ تمام الفاظ بچوں کی بول چال کی زبان کے الفاظ ہیں؟		
• یہ مشق کسی طویل مشقی تسلسل کی ایک کڑی لگ رہی ہے۔ کیا ان سرگرمیوں کے دوران بچے دیگر درسی مواد سے متعارف ہوسکیں گے؟		
• کیا پڑھنا سکھانے کا یہ طریقہ بچے کو ’پڑھنے‘ (کہانی، نظم، اپنی بات) کے مواقع فراہم کررہا ہے؟ کیا حروف اور اعراب کو الگ الگ کر کے پڑھانا کو ہم پڑھنا تسلیم کرتے ہیں؟		

• کیا ان اعراب والے اور ساکن الفاظ کو پڑھ کر بچے کچھ حاصل کر پا رہے ہیں (جیسے مزا آنا، کوئی نئی بات کا معلوم ہونا وغیرہ)		
• کیا یہ طریقہ پڑھنے کا ماحول یا پس منظر قائم کر پا رہا ہے؟		

سوچیے

اگر بچہ کلاس میں ابھی आ کی ماترا والے الفاظ ہی پڑھ رہا ہے تو وہ دنوں کے نام جیسے शुक्रवार، मंगलवार وغیرہ کیسے پڑھ پا رہا ہے؟ نندتا نے بات چیت کے دوران خود اس بات کو قبول کیا کہ بچے یہ الفاظ پڑھ لیتے ہیں۔

درجہ اول کی دوسری مثال

(اکشے بچوں سے پچھلے روز کی آندھی کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ بچے اپنے اپنے تجربات بتانے کو بے چین ہیں۔ تھوڑی بہت بات چیت کے بعد وہ انھیں اس موضوع پر تصویر بنانے کے لیے کہتا ہے۔ بچے جب تصویر بنا رہے ہیں، اکشے گھوم گھوم کر ان کی تصاویر کو دیکھ رہا ہے اور ان سے باتیں بھی کر رہا ہے)۔

(اب اکشے نے آندھی کے بارے میں گفتگو شروع کی)

سریندر : بہت تیز چل رہی تھی۔

سونی : ساری امیاٹوٹ گئیں۔

سونیا : امّاں ہالی ہالی کواڑ اور کھڑکی بند کرنے لگیں۔

(اکشے نے ان کی باتوں کو ہو بہو بورڈ پر لکھ دیا۔ اس نے ان کی باتوں کو معیاری زبان میں نہیں لکھا۔ لکھنے کے بعد اکشے نے ان کی باتوں کو پڑھ کر سنایا۔ پڑھتے وقت وہ ہر لفظ کے نیچے انگلی رکھتا گیا۔ دوسری مرتبہ میں بچوں نے ان جملوں کو اکشے کے ساتھ پڑھا۔

بچوں کی باتوں کو اکشے نے ایک بڑے کاغذ پر لکھ کر دیوار پر ایسی جگہ لگا دیا جہاں بچے اسے آسانی سے جب چاہیں پڑھ سکیں)۔

اب مذکورہ بالا مناظر کے سیاق میں دیے گئے سوالوں پر دوبارہ غور کیجیے اور دونوں سیاق کے جوابات کا تجزیہ کیجیے۔ ممکن ہے کہ آپ کے جوابات ان نکات پر مبنی ہوں۔

پہلی مثال	دوسری مثال
1۔ نقطۂ آغاز-حروف تہجی کا علم	1۔ نقطۂ آغاز-بامعنی اکائی (جملہ)
2۔ منفی سوچ - بچے کی ذہنی حدود پر منحصر یعنی بچے کیا کچھ کرنے میں ناکام ہیں۔ • غیر متحرک ہے۔	2۔ مثبت سوچ - بچے کیا کیا کر سکتے ہیں؟ کن کن طریقوں کا استعمال کرتے ہیں۔ • بچہ سرگرم عمل ہے۔
3۔ یہ تصور کہ بچوں کی زبان معیاری نہیں ہے اور ان کی اپنی بولی اسکول کے لیے غیر موزوں ہے، اس لیے اسکول میں ان کی زبان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔	3۔ یہ تصور ہے کہ بچے زبان کا استعمال کئی مقاصد کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ وہ زبان کا استعمال دنیا کو سمجھنے کے لیے کرتے ہیں اور یہ ان کی سمجھ کو بھی ظاہر کرتا ہے۔
4۔ 'پڑھنا' بچوں کے تجربات، ان کی دنیا کے بارے میں ان کی سمجھ سے متعلق نہیں ہے۔	4۔ 'پڑھنا' بچوں کے تجربات اور ان کی سمجھ کے ساتھ گہرائی سے منسلک ہوا ہے۔ یہی ان کی سابقہ معلومات ہے جس کا استعمال پڑھتے وقت وہ بار بار کرتے ہیں۔
5۔ 'پڑھنے' کے عمل میں اندازہ لگانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔	5۔ 'اندازہ لگانا' پڑھنے کا ایک اہم اور مناسب طریقہ ہے۔
6۔ 'پڑھنا' لفظوں کا صحیح تلفظ ادا کر پانا ہے۔ پڑھے ہوئے کے معنی سمجھنا ایک الگ عمل ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں پڑھنا اسی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔	6۔ 'پڑھنا' سمجھنا ہے۔ پڑھنا ایک مثبت عمل ہے۔ پڑھنے میں تیاری جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

7۔ پڑھنا ایک مہارت اور ایک مشینی عمل ہے جس پر عبور حاصل کیے بغیر بچہ آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ یہ ایک سلسلہ وار (تدریجی) عمل ہے۔ پہلی سطح پر عبور حاصل کیے بغیر دوسری سطح پر نہیں جا سکتے۔	7۔ پڑھنا ایک پیچیدہ عمل ہے۔ یہ کئی ذیلی مہارتوں پر انحصار کرتا ہے جیسے • اندازہ لگانا • سابقہ تجربہ • زبان کی ساخت کی تفہیم • ماحول • جذباتی تعلق
8۔ پڑھنا سیکھنے کے بارے میں پس منظر کا کردار غیر ارادی ہوتا ہے۔	8۔ 'قابل قاری' بننے میں پس منظر ایک ضروری کردار ادا کرتا ہے۔

ان دونوں میں سے کون سی سمجھ پڑھنا سیکھنے سکھانے کے لیے ایک بہتر ماحول فراہم کرے گی؟ ہم اس بات پر دھیان دیں کہ کلاس روم کی ہر ہدایت، مشق، سرگرمی، درسی مواد اور اندازۂ قدر، تشکیل دی جانے والی فہم (اس سیاق میں پڑھنا) کو متاثر کرتی ہیں۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بچے کا لسانی ماحول اس کے زبان سیکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بچہ جب خاندان یا آس پاس کے لوگوں کو مسلسل زبان کا استعمال کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ہر شخص زبان کا استعمال کچھ پانے، کچھ کرنے یا کروانے یعنی کسی مقصد کے حصول کے لیے کرتا ہے۔ یہ ماحول جس قدر مضبوط ہوتا ہے، بچے کی زبان اتنی ہی طاقتور ہوتی ہے۔

جس طرح بچہ لسانی ماحول میں رہ کر بولنا سیکھتا ہے ٹھیک اسی طرح خواندگی حاصل کرنے کے لیے تحریری زبان کے بامعنی استعمال اور مناسب مواقع کی فراہمی بھی ضروری ہے۔

تحریری زبان محض ترسیل کا ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف ہماری کئی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے بلکہ زندگی کو پیش کرنے کا ایک کارآمد ذریعہ بنتی ہے۔ سبق میں آگے جب ہم ''مارننگ میسج'' یا ''آج کی بات'' پر بحث کریں گے تو اس میں 'آپ زندگی کو پیش کرنے' کا نمونہ دیکھیں

گے۔ ساتھ ہی یہ بھی جان لیں گے کہ تحریری زبان کے ساتھ باہمی تعامل ایک وقوفی عمل ہوتا ہے، جیسے پڑھتے وقت معنی کی تشکیل کرتے جانا، اپنے فکری عمل کے تئیں باخبر رہنا اور ضرورت پڑنے پر اس میں اصلاح کرتے جانا۔ بچے جب کوئی کہانی پڑھتے یا سنتے ہیں تو جذباتی طور پر کرداروں سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور کہانی کی مختلف صورت حال پر ردعمل بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح بچے جب اپنے تجربات لکھتے ہیں یا کسی واقعہ پر تبصرہ کرتے ہیں تو اس کے ذریعے وہ نہ صرف نئے تجربے کو قبول کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے یہ زندگی کو پیش کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ یہ تمام عمل اسے جذباتی تسکین فراہم کرتے ہیں۔ یہی وابستگی اسے تحریری زبان کی جانب کھینچتی ہے جس کی وجہ سے وہ بار بار اس میں ڈوبنے اور وقوفی طور پر اس سے جوجھنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس کے علاوہ پڑھنا اور لکھنا دونوں ہی عمل ہمیں ایک طرح کا جذباتی سکون عطا کرتے ہیں اور جذباتی طور پر تحریری زبان سے وابستہ ہونے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ کلاس روم میں پڑھنے اور لکھنے کا عمل اسی وقت بامعنی ہوگا جب بچوں کے لیے وہ ایک پرلطف، چیلنج سے پُر، اور جذباتی طور پر تسکین بخش عمل بنے گا۔

بچے اپنے چاروں طرف تحریری مواد کا جتنا استعمال ہوتے ہوئے دیکھیں گے اتنا ہی تحریری زبان کے تئیں فہم فروغ پاتی جائے گی۔ گھر اور باہر بچے اپنے آپ کو غیر شعوری طور پر چھپی ہوئی اشیا سے گھرا ہوا پاتے ہیں۔ کچھ خاندانوں میں اس کی کثرت ہوتی ہے بعض میں کم۔ وہ اپنے آپ کو اس سے جتنا زیادہ گھِرا ہوا پاتے ہیں چھپی ہوئی اشیا کی فہم اتنی ہی جلدی اور واضح طور پر قائم ہوتی ہے۔

اگر غور کریں تو گھر میں ایسی کئی چیزیں ہوتی ہیں جن پر لیبل لگے ہوتے ہیں یا پھر ان کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ جیسے بسکٹ، صابن، پاؤڈر، چائے، اخبار، رسالہ وغیرہ۔ گھر کے باہر بھی پوسٹر، دکانوں کے نام ان کے نظروں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ وہ ان کا استعمال ہوتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں۔ انھیں معلوم رہتا ہے کہ ان چیزوں کا نام کہاں لکھا رہتا ہے۔ جب بھی وہ اسکول یا گھر یا اپنے آس پاس کسی کو کتاب یا اخبار اٹھا کر پڑھتے ہوئے، اس پر گفتگو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، پنسل اٹھا کر کسی کا فون نمبر یا پتہ لکھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو دھیرے دھیرے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بولی جانے والی زبان کی

طرح تحریری زبان کا بھی ایک مطلب ہوتا ہے۔اسے پڑھا جاتا ہے۔دھیرے دھیرے ان کے سامنے تحریری زبان کی انوکھی دنیا آشکار ہونے لگتی ہے۔

واجبی خواندگی کے مقاصد

کوئی بھی بچہ (عمر خواہ کچھ بھی ہو) جو پڑھنا لکھنا شروع کر رہا ہے اسے تحریری زبان کی کچھ باتوں کے بارے میں سمجھ ہونا ضروری ہے جو تحریری زبان کے رابطے میں آنے سے ہی پیدا ہوتی ہے –

(1) روزمرہ کی زندگی میں لکھنا پڑھنا ہماری مختلف قسم کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

(2) بولی جانے والی اور تحریری/چھپی ہوئی زبان میں تعلق ہوتا ہے۔

(3) پڑھتے وقت ہم دائیں سے بائیں پڑھتے ہیں (کئی زبانوں کو ہم بائیں سے دائیں اور اوپر سے نیچے کی جانب پڑھتے ہیں۔)

(4) حرف کی مخصوص شکل اور اس کی خاص آواز ہوتی ہے۔

پڑھنا سیکھنے کی شرائط

- **پڑھنے کے مواقع:** پڑھنے کے بھرپور مواقع بچوں کو پڑھنے کی مختلف اشیا میں ڈوبنے اور ان سے جوجھنے کے دوران حاصل ہوتی ہیں۔یہ 'پڑھنا' سیکھنے کی پہلی شرط ہے۔بچے پڑھنے کی طرف تبھی راغب ہوں گے جب پڑھنا ان کے لیے پرلطف تجربہ بنے گا۔نندتا کی کلاس میں اس کا فقدان نظر آتا ہے بلکہ اس کا امکان ہی نہیں نظر آتا۔یہاں 'پڑھنا' ایک لمبے عرصے کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے کیوں کہ جب تک حروف تہجی سے واقفیت، اعراب اور غیر اعراب والے الفاظ تک پہنچنے کی مشق پوری نہ ہو جائے، ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بچے پڑھ نہیں سکتے۔

دوسری طرف اکشے کی کلاس میں اس کے بھرپور امکانات موجود ہیں۔جیسا کہ سرگرمیوں سے ہی ظاہر ہے کہ یہاں بچوں نے ان کی لکھی باتوں کو پڑھا۔اس صورت حال میں ظاہر ہے کہ اکشے

پڑھنے کے تعلق سے، اسی موضوع سے وابستہ کئی دیگر سرگرمیاں بھی کروائیں گے جیسے آندھی سے متعلق کوئی خبر پڑھنا اور سننا یا آندھی پر کوئی نظم پڑھ کر سنانا ۔

ابن بطوطہ، پہن کے جوتا

نکل پڑے طوفان میں

- **پڑھنا بامقصد اور چیلنج سے بھرپور ہو:** قاری کے لیے پڑھنے کی اشیا بامعنی اور چیلنج سے بھرپور ہونی چاہیے۔ کوئی بھی قاری ہمیشہ بعض مقاصد کے حصول کے لیے ہی پڑھتا ہے جیسے تفریح، تجسس، کہانی کے بارے میں، کہانی کے اختتام کے بارے میں جاننے کے لیے، ان کی بات کہی گئی ہے یا نہیں، یہ جاننے کے لیے۔ نندتا کی کلاس میں ایسا کوئی بھی مقصد حاصل نہیں ہو پارہا ہے۔ مقصد اور معنی کی کمی کی وجہ سے بچوں کے لیے اس سرگرمی میں کسی قسم کا چیلنج نہیں ہے یعنی معنی تک رسائی کے لیے کوئی چیلنج نہیں ہے۔

اکشے کی کلاس میں بچے کئی مقاصد کے حصول کے لیے پڑھ رہے ہیں جیسے آندھی کے واقعے کے تجربے کو ذاتی طور پر محسوس کرنے کے لیے، اپنی بتائی ہوئی بات پڑھنے کے لیے۔

اکشے کی کلاس میں بچے کچھ بامعنی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ باتیں ان کے تجربات سے متعلق ہیں۔ جب بچے کچھ جاننے، بتانے، تجربات میں شریک کرنے کی طرف راغب ہیں تو وہ جلدی سیکھ جاتے ہیں اور انھیں کامیابی بھی ملتی ہے۔ معنی تک رسائی ایک چیلنج ہے جس سے وہ پڑھنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ جب ہم ایک تحریری مواد سے خوشگوار ماحول تعمیر کرتے ہیں تو دراصل ہم ایک ''پُر جوش'' کلاس کی بھی تشکیل کرتے ہیں۔ بامعنی اور چیلنج سے بھرپور تحریری زبان سے پر ماحول بچوں کو سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مذکورہ دونوں کلاس میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اکشے کی کلاس میں بچے معنی کی تشکیل کر رہے ہیں جب کہ نندتا کی کلاس میں معنی کے حصول کا مقصد ابھی بہت دور ہے۔

- **سیاق وسباق کے ساتھ پڑھنے کا مواد:** پڑھنے کا مواد بچوں کی فہم اور سابقہ تجربہ سے متعلق ہونا چاہیے۔ پہلی کلاس میں ایسا کوئی پس منظر ہی نہیں ابھرتا اس لیے وہاں سابقہ تجربہ بے معنی ہے۔'क' یا 'का' ایک بے جان نشان ہے، اس سے متعلق بچے کے کیا تجربات ہو سکتے ہیں؟ یہاں پر کسی طرح کے سیاق کا مکمل فقدان ہے۔

  اکشے کی کلاس کی سرگرمیوں سے پیدا شدہ تمام کی تمام اشیا بچوں سے ہی متعلق ہیں اور ان کے تجربے سے وابستہ ہیں۔ اس لیے ان کے لیے یہ بامعنی ہیں۔ بچے ان سے ایک گہرا تعلق محسوس کرتے ہیں۔ اندازے کے ساتھ پڑھنے کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بولی جانے والی زبان اور تحریری زبان کے درمیان تعلق کو سمجھ لیتے ہیں۔

- **زبان کے مانوس جملوں کی ساخت کا استعمال:** باصلاحیت قاری پڑھتے وقت اپنی زبان کے جملوں کی ساخت کا استعمال اندازہ لگا کر پڑھنے اور پڑھے ہوئے کو جانچنے کے لیے کرتا ہے۔ پڑھنے کی اشیا اس کی جملوں کی ساخت کے جس قدر قریب ہوں گی پڑھنے میں اسے اتنی ہی مدد ملے گی۔ اکشے کی کلاس ان تمام شرائط کو پورا کرتی ہے۔ نندتا کی کلاس میں اس کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔

تحریری مواد سے بھرپور کلاس کا ماحول

ابتدائی جماعتوں میں تحریری مواد سے بھرپور ماحول کی تشکیل، پڑھنے لکھنے کے متعدد مواقع کے ذریعے فروغ دی جا سکتی ہے۔ پڑھنے لکھنے کے مواقع ہم انھیں کہیں گے جہاں بچے مختلف قسم کی اشیا سے ہم رشتہ ہوں گے اور انہیں پڑھنے کی خواہش اور رغبت ہوگی۔ یہ اشیا کہانی، نظم، گیت، کلاس کا ٹائم ٹیبل کچھ بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ اشیا خاص طور پر سود مند ہیں کیونکہ یہ بچوں کو ایک مضبوط اور بامعنی تحریری زبان سے رابطہ قائم کرنے کے دوران مثبت تجربات میں شریک ہوتی ہیں۔ خواندگی کے بامعنی، فائدہ مند تجربوں سے بچوں کا جب بار بار واسطہ پڑتا ہے تو تحریری زبان سے متعلق ان کی فہم توانا ہوتی ہے۔ اسے تحریری زبان کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ اسی طرح جب ہم براہ راست حروف یا آوازوں سے متعلق ہدایات دیتے

ہیں تو بچوں کی فہم میں زبان کی مشکل کو پروان چڑھاتے ہیں۔

خاندان اور محلے کے مانوس ماحول میں پائی جانے والی، پڑھنے لکھنے سے متعلق اشیا جیسے باورچی خانے میں گیس سلینڈر، راشن کی دکان سے آنے والی چیزوں کی فہرست وغیرہ کا اداکاری کے ساتھ کلاس میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پڑھنے کے مواقع کو ذہن میں رکھ کر ایسی کئی بامقصد سرگرمیوں کو بچوں کے ساتھ مل کر تلاش کیا جاسکتا ہے نیز لطف اٹھایا جاسکتا ہے۔

نیچے دی گئی فہرست ایسے طریقوں کی وضاحت کرتی ہے جس کی مدد سے کلاس کو تحریری مواد سے معمور کیا جاسکتا ہے –

کتابیں، کتابیں، کتابیں

کتابیں صرف وہی نہیں ہیں جنھیں اساتذہ سنانے کے لیے روز پڑھیں بلکہ وہ بھی کتابیں ہیں جنھیں بچے خود بنائیں۔ کتابیں ابتدائی جماعتوں کو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں۔ یہاں کتابوں کی ایسی فہرست دی گئی ہے جنھیں کلاس روم کے لیے سودمند تسلیم کیا گیا ہے۔

- ذاتی تحریر، بچوں کے ذریعے بنائی گئی کتابیں
- نظم کی کتابیں
- مخصوص موضوعات سے متعلق کتابیں
- بڑی کتابیں
- لغت اور انسائیکلوپیڈیا
- فون نمبر کی کتاب/ ڈائری/ ڈائرکٹری
- بچوں کے لیے اخبار و رسائل
- اساتذہ کے ذریعے بنائی گئی کتابیں
- فوٹو البم جس میں تصاویر کے ساتھ لیبل لگائے گئے ہوں
- گیتوں اور نظموں کا انتخاب

کلاس روم میں جہاں اتنی ساری کتابیں ہوں گی وہاں ان کے انتظام وانصرام کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا۔ تاکہ بچے انھیں آسانی سے تلاش کرسکیں اور پڑھنے کے بعد واپس اپنی جگہ پر رکھ سکیں۔ کتابوں کو'ریک' پر رکھا جاسکتا ہے۔ مصنف، مضمون، صنف، شکل وصورت وغیرہ کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے اور لیبل لگائے جاسکتے ہیں۔

پڑھنے کا گوشہ

کلاس روم میں ایک ایسا گوشہ مزید ہونا چاہیے، جہاں ادب اطفال کی چند منتخب کتابیں بچوں کے پڑھنے کے لیے رکھی ہوں۔ بچوں کو کہانیاں پڑھ کر سنانے کے لیے بھی ان کتابوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پڑھی گئی کہانی کو سننا، پڑھنا، سیکھنے میں بے حد مددگار ثابت ہوتا ہے۔ بچوں کی جانی پہچانی کہانیوں کو جب بار بار ان کے لیے پڑھا جاتا ہے تب بچے کہانی کے واقعے، واقعات کی ترتیب، جملوں کی ساخت سے بھی واقف ہو جاتے ہیں اور یہی فہم انھیں اندازہ لگا کر پڑھنے میں مدد دیتی ہے۔ بچوں میں پڑھنے کا شغف برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ گوشے میں اچھی اور نئی کتابیں شامل ہوتی رہیں۔ یہ کتابیں –

- کسی لائبریری سے لائی جاسکتی ہیں
- کسی کے ذریعے تحفے میں دی جاسکتی ہیں
- بچوں کے ذریعے لائی گئی ہوسکتی ہیں
- بچوں کی لکھی ہوئی ہوسکتی ہیں

بلیٹن بورڈ

بلیٹن بورڈ پر لگائی گئی اشیا بھی پڑھنے کی دلچسپ اشیا بن سکتی ہیں جن کو پڑھنے کے لیے بچوں کے دل میں تجسس پیدا ہوگا جیسے –

- کتابوں کے کونے میں رکھی کتابوں کی فہرست
- کلاس میں پڑھی گئی کتابوں کی فہرست

- کسی نظم یا کہانی کا پوسٹر
- کسی خاص کتاب کے بارے میں تبصرہ

روزمرہ کی سرگرمیوں کا استعمال

تحریری مواد کے تعلق سے طلبا میں بیداری آئے، اس کے لیے کلاس روم کے روزمرہ کی سرگرمیوں کا استعمال بھی لکھنے پڑھنے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ اپنی کلاس کے روزانہ کے کاموں پر غور کیجیے تاکہ خواندگی کے نقطۂ نظر سے اِس کی اہمیت کو واضح کیا جا سکے۔ کلاس روم میں ان کا استعمال روزانہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بچوں میں یہ فہم توانا ہوگی کہ تحریری اشیا بھی ہماری روزمرہ کی زندگی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سرگرمیوں کو انجام دیتے وقت بچوں کا خیال لکھنے پڑھنے کے حقیقی عمل کی طرف بھی جائے گا۔

آج کی بات (مارننگ میسج)

'آج کی بات' کلاس روم کی روزانہ کی سرگرمی ہوسکتی ہے۔ اس کے تحت اس دن کی جانے والی سرگرمیوں پر بچوں کے ساتھ ایک نظر ڈالیں۔ ان سرگرمیوں کا باآواز بلند بولتے ہوئے جب آپ اسے بورڈ پر لکھیں گے تو آپ لکھنے کی منظّم شکل کا نمونہ ان کے سامنے پیش کریں گے جیسے۔

- ہم لکھتے اور پڑھتے وقت دائیں سے بائیں جانب بڑھتے ہیں
- ہر جملے کا ایک مفہوم ہوتا ہے
- بار بار لکھے جانے والے لفظوں پر بچوں کا دھیان جاتا ہے
- لفظ اور حروف کی شکلوں اور اس سے وابستہ مخصوص آواز کی شناخت ہوتی ہے

اس دوران پڑھنے کی بھی ایک اہم سرگرمی انجام پاتی رہتی ہے۔ بچہ اپنی بتائی ہوئی بات کو یا کلاس میں لکھی گئی بات کو جانتا ہے جسے وہ اندازے کے سہارے پڑھتا ہے۔ اس سرگرمی میں اندازہ لگانے کو ایک اہم ذیلی مہارت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

'آج کی بات' کے دوران بچوں کے گھروں میں رونما ہونے والے کسی واقعہ جیسے بکری کے بچے کا

پیدا ہونا یا پھر اسکول آتے وقت سائیکل کا ٹائر پنچر ہو جانا وغیرہ پر بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے بچے یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے ذاتی تجربات بھی کلاس میں موضوعِ گفتگو بن سکتے ہیں۔ اس طرح سے کلاس روم اور اسکول کے درمیان دوری کو کم کیا جا سکتا ہے۔

'مڈڈے میل' بھی اسکول کی ایسی ہی سرگرمی ہے جس سے بچوں کا گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ اس میں بے حد دلچسپی لیتے ہیں۔ اس سے بھی آج کی بات کی شروعات کی جا سکتی ہے۔

بورڈ پر دو تصویریں بالٹی اور تھالی بنائیں۔ بچے آپ کو تصویر بناتے ہوئے دیکھ کر ہی ان کا نام بتا دیں گے۔ آپ اسے تصویر کے ساتھ لکھ بھی سکتے ہیں۔

استاد : آپ کا کھانا آج بالٹی میں آئے گا یا تھالی میں؟

بچے : بالٹی میں

استاد : کیوں؟

بچے : آج کھیر ملے گی۔ کھیر بالٹی میں آتی ہے۔

آپ اس بات کو بورڈ پر لکھ سکتے ہیں۔ اس پر انگلی رکھ کر پڑھیے اور پھر بچوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہیے۔

آپ بچوں سے یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ کیا انھیں معلوم ہے کب کیا کھانے کو ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھیں معلوم ہو۔

استاد : سوموار کے روز کیا ملتا ہے؟

بچے : کھیر۔

استاد : آج کیا ہے؟

بچے : منگل۔

استاد : آج کیا ملے گا؟

بچے : پوری اور سبزی ملے گی۔

کلاس روم کی ذمہ داریاں: کلاس روم میں کرائی جانے والی دوسری روزانہ کی سرگرمیاں کلاس کے اصول اور تدریسی عمل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں کلاس میں پڑھنے کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ کلاس میں نافذ کیے جانے والے اصول وقوانین کو، سال کے شروع میں ہی بچوں کے ساتھ مل کر طے کیجیے اور انھیں چارٹ پر لکھتے جائیے۔ مثال کے طور پر

- میز صاف کرنا
- کلاس کا انتظام ٹھیک کرنا
- کتابوں کی دیکھ بھال کرنا، وغیرہ

ایسا کرتے وقت بچے آپ کے ذریعے بولی جانے والی زبان کو تحریری شکل میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ ہر ایک کی ذمہ داری کو ایک چھوٹی تصویر کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسے ایک میز صاف کرنے کے ساتھ میز کی ایک تصویر، اسی طرح جھاڑو، کتابوں وغیرہ کی تصاویر۔ مناسب نشانات کا استعمال بچوں میں چارٹ کی تفہیم پیدا کرے گا۔ آپ روز کے کاموں اور ضرورت سے جڑی تحریری اشیا کا استعمال کر کے خواندگی کو بے حد آسان بنا دیں گے۔ ایسا کرنے پر بچہ غیر شعوری طور پر بڑی ہی آسانی سے پڑھنا لکھنا شروع کر دے گا۔

ہری پٹی کا استعمال: سرکاری اسکولوں کے کلاس روم میں اکثر دیواروں کے نچلے حصے میں ہری پٹی پینٹ کی جاتی ہے۔ یہ پٹی بچوں کے لکھنے کے لیے ہے، لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اس پر اقوال لکھوا دیے جاتے ہیں۔ یہ اقوال بچوں کے لیے بے معنی ہیں۔

اگر ان پٹیوں پر پہلے سے ہی حروف تہجی پینٹ سے لکھوا دی گئی ہو تو کلاس میں پڑھنے لکھنے کے عمل کے دوران جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں بچوں کا دھیان اس جانب کھینچا جاسکتا ہے۔ ان پٹیوں پر وہ لکھا جائے جس کا کلاس کے دوران استعمال کیا جا سکے۔

تحریری اشیا سے آراستہ کلاس

جب ہم چھپی ہوئی اشیا سے مزین ماحول کی بات کرتے ہیں تو دراصل ہم پڑھنے یا خواندگی کے ایسے

ڈھیروں مواقع فراہم کرانے کی بات کہتے ہیں جہاں بچوں کو پڑھنے کی اشیا کو استعمال کرنے، سمجھنے، اس پر غور و فکر کرنے اور پرکھنے کا موقع ملے۔ فرض کر لیجیے استانی کلاس میں بچوں کو 'بڑھیا کی روٹی' کہانی پڑھ کر سنا رہی ہے تو ایسے میں کلاس میں پڑھنے لکھنے کے کئی مواقع آئیں گے۔ اس دوران کئی بامعنی اور فائدہ مند اشیا نکل کر سامنے آئیں گی۔ یہ عناصر ہی کلاس کو طاقتور بناتے ہیں۔ کلاس میں ان کی نمائش کر کے ہم بچوں کو اسے بار بار دیکھنے اور پڑھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ہم یہاں ایسی خوبصورت اور سجی ہوئی کلاس کی بات نہیں کر رہے ہیں جہاں تدریسی آموزشی اشیا(TLM) کا بھرپور استعمال کیا گیا ہو۔ صاف حروف میں اقوال لکھے گئے ہوں تھرموکول سے بنی طرح طرح کی اشیا ہوں بلکہ ہم ایسے کلاس روم کی بات کر رہے ہیں جس کے سیاق میں یہ سوالات قابل توجہ ہوں :

— کیا کلاس میں ان اشیا کا پڑھنے لکھنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے؟
— کیا یہ پڑھنے کے تعلق سے بچوں میں تجسس پیدا کر پائیں گی؟
— بچوں کو معلوم ہے کہ ان میں کیا لکھا ہے اور کیا ان کو ان تحریری باتوں میں دلچسپی ہے؟
— کیا وہ ان اشیا کے پاس جا کر انھیں پڑھنے اور سمجھنے یا اس پر بات چیت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟

نندتا کی کلاس میں سطحی طور پر ایسا محسوس ہو سکتا ہے کہ تحریری اشیا کا بھرپور استعمال ہو رہا ہے۔ کیونکہ

— بورڈ پر لکھا جا رہا ہے۔
— بچے اسے اپنی کاپی پر نقل کر رہے ہیں۔

لیکن کیا حقیقت میں ہم اسے ایک تحریری اشیا سے بھرپور کلاس کہہ سکتے ہیں؟ کیا کاش، کالا، وغیرہ الفاظ کو پڑھ کر بچے کے دل میں کوئی بامعنی شکل بن رہی ہے یا پھر یہ الفاظ اسے پڑھنے کی طرف مائل یا کچھ نیا جاننے کی ترغیب پیدا کر رہے ہیں؟ کلاس روم میں کسی بھی بامعنی یا سودمند اشیا کی نمائش نہیں کی گئی ہے، کچھ الفاظ لکھ کر لٹکا دیئے گئے تھے جن کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بغیر سیاق والے الفاظ بچوں کو اندازہ لگا کر پڑھنے میں معاون نہیں ہوتے۔

کلاس روم میں تحریری اشیا سے بھرپور ماحول کو پرکھنے کے لیے

1۔ درسی کتاب کے علاوہ پڑھنے کی اشیا کا استعمال

جانچ فہرست	ہاں	نہیں
• کہانی کی کتابیں		
• نظمیں		
• کلاس میں لکھی گئی تحریریں		

2۔ کلاس روم میں تحریری اشیا کی نمائش کرنے کے لیے طے شدہ مقام

	ہاں	نہیں
• کلاس روم میں زیرِغور موضوع سے متعلق اشیا		
• کلاس روم کے معمولات/ دستورالعمل جیسے حاضری، مڈڈے میل کی ذمہ داریوں کی تفصیلات		
• بچوں کے ذریعے بنائی/لکھی گئی اشیا		
• یہ اشیا وقت پر تبدیل ہوتی رہتی ہیں		

3۔ کلاس روم میں ادب اطفال کا استعمال

	ہاں	نہیں
• بچوں کے لیے کہانی پڑھی جاتی ہے		
• بچوں کو کہانیاں سنائی جاتی ہیں		
• بچوں کو خود کہانی پڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔		

استاد کا رویہ

سمن جو نرسری کی طالبہ ہے، خوش ہو کر بتاتی ہے کہ ''آج استانی صاحبہ نے مجھ سے لکھوایا ہے۔''

''کیا لکھوایا؟''

''ہم نے نا بہت سارے الفاظ لکھے۔''

''کون کون سے الفاظ؟''

''لکھو' اور ''دوڑو۔ آپ کو پتا ہے میرا دوست ہے نا ابھیشیک، اس نے ''دوڑو' لکھنے کے بجائے ایک تصویر بنائی جس میں ایک لڑکا دوڑ رہا تھا۔''

''اچھا بتاؤ ابھیشیک نے دوڑتے ہوئے لڑکے کی تصویر کیوں بنائی؟''

''کیوں کہ ابھیشیک بہت تیز لڑکا ہے۔''

کلاس میں کون تیز ہے اور کون بیوقوف کیا یہ ایک چار برس کی بچی کی فہم ہے یا کسی اور کے فیصلے کا نتیجہ۔

واضح ہے کہ کلاس روم ایک ایسی جگہ ہے جہاں بچوں کا بڑی تیزی سے سماج کاری ہوتی ہے۔ کلاس روم میں روز ہی بہت کچھ ایسا رونما ہوتا ہے جو ہمارے تعلیمی نظام اور تعلیم سے متعلق ہماری فکر پر طنز کرتا ہے۔

ہم کلاس میں روز ہی خوف، شرم اور توہمات کے ایسے تانے بانے بنتے ہیں جس سے دن بھر بچے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ کلاس روم کا ڈھانچہ، ہمارے نظریے اور سابقہ تصورات سب مل کر کلاس روم کو بچے کے لیے خطرناک جگہ بنا دیتے ہیں جہاں استاد اور بچے کے درمیان مسلسل کشمکش جاری رہتی ہے۔ استاد جب چاہے کسی نہ کسی بہانے اسے کٹہرے میں کھڑا کر سکتا ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ مشہور و معروف اساتذہ اپنے سابقہ تصورات اور توقعات کی ترسیل کر دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ بچوں کے تئیں استاد کے نظریے میں وہ تمام اقدار، یقین اور تصورات ظاہر ہوتے ہیں جن کی جڑیں ماضی کی تہوں اور ذات پات، طبقات، مذاہب اور علاقہ کی بنیاد پر منقسم معاشرے کے آپسی رشتوں میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ استاد کو ان سب سے اوپر اٹھ کر ہر بچے کو 'بچے' کی طرح دیکھنا پڑے گا۔ پڑھنے کے لیے ایک طے شدہ تصور کے علی الرغم، بے خوف کلاس کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ تحریری اشیا سے

بھرپور ماحول کا ہونا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مختلف قسم کی تحریروں سے پُر ماحول بھی اسی وقت سودمند ثابت ہوسکتا ہے جب کلاس کے ماحول میں اپنائیت کا عنصر ہو اور وہ خوف سے دور ہو۔ بچے اپنی بات کہنے اور سوال پوچھنے میں جھجھک محسوس نہ کریں۔ بچے جب اسکول میں آتے ہیں تو پھوٹ پڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اسکول سے واپس جانے اور اگلے دن آنے کے وقفے میں، پیش آنے والے تمام واقعات کا ذکر اساتذہ سے کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ٹھیک ویسے ہی جیسا کہ گھروں میں ہوتا ہے۔ اپنی بات کہہ پانا بچوں کے لیے تسکین کا سامان ہی نہیں بلکہ اسے اہم ہونے کا احساس بھی دلاتا ہے۔ انھیں اس بات کا بھی اطمینان ہوتا ہے کہ ان کی بات سننے کے قابل اور اس پر ردِّعمل ظاہر کیے جانے کے لائق ہے۔

معیاری زبان کی طرح ہی ہم زبان کی ایک معیاری کلاس بھی تسلیم کر کے چلتے ہیں جہاں پابندی سے بعض سرگرمیاں کروائی جاتی ہیں جیسے کتاب کو پڑھ کر سنانا، سنی ہوئی یا پڑھی گئی کہانی کو کلاس کے سامنے پیش کرنا۔

اس سرگرمی سے دراصل کیا ہوتا ہے؟

جیسے ہی ہم بچوں سے بآواز بلند پڑھنے کے لیے کہتے ہیں بچے سمجھتے ہیں کہ ان کا 'اندازۂ قدر' کیا جارہا ہے۔ یہ 'اندازۂ قدر' کلاس میں کسی سے چھپا ہوا نہیں ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ سے وہ اساتذہ کی ناراضگی کا شکار ہو جائیں، یا اساتذہ انھیں نظرانداز کرنے لگیں یا پھر ساتھیوں کے درمیان وہ مذاق بن جائیں۔ کلاس کے سامنے یہ واضح ہوجائے گا کہ وہ کتنا جانتے ہیں۔ اس سرگرمی کو ان بچوں کے ساتھ کرنا جو خود اپنی قرأت کے معاملے میں تذبذب کا شکار ہوں، انھیں اور بھی بے رحم بنا دیتا ہے۔

اسی طرح کئی مرتبہ یہ جانچنے کے لیے کہ بچے نے کہانی ٹھیک سے سنی یا پڑھی ہے یا نہیں، انھیں پوری کہانی سنانے کے لیے کہہ دیا جاتا ہے۔ بے چارہ بچہ سہا ہوا، اپنی گھبراہٹ پر کسی طرح قابو پانے کی کوشش کرتا ہے جہاں کلاس کی ساٹھ آنکھیں اسے لگاتار گھور رہی یا اس پر ہنس رہی ہوتی ہیں۔ یہاں کہانی سنانے سے استاد کا مقصد 'کہانی سنانے' سے نہیں بلکہ 'یاد کر کے' (رٹ کر) سنانے سے ہے۔ ایسے میں اگر وہ کہانی کی ایک بھی لائن بھول گیا تو پوری کی پوری کہانی بھربھرا کر زمین بوس ہوجائے گی۔

اس طرح کی تمام باتیں کلاس میں ایک ان کہے خوف کو جنم دیتی ہیں جسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ خوفناک ماحول بعض مخصوص حالات میں تشکیل پاتے ہیں جیسے سوال پوچھنے پر، اٹھ کر پڑھنے کے لیے کہے جانے پر۔ ایسی صورتوں کا سامنا کرنے کے لیے بچے کسی نہ کسی طرح کا لائحہ عمل تیار کر لیتے ہیں جیسے استاد سے آنکھ چرانا، کتاب یا کاپی گھر پر بھول آنا، چپ ہو جانا وغیرہ۔

کلاس کا ڈھانچہ، استاد شاگرد کے تعلقات، نظم وضبط کی فہم، یہ تمام باتیں مل کر بچوں کے لیے کئی مرتبہ جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے حالات کو جنم دیتی ہیں۔ ایسے ناپسندیدہ حالات سے بچنے کے لیے بچے کئی قسم کے لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں جیسے چپ رہنا، کام نہ دکھانا یا ایسے ہی کچھ بہانے بنانا۔

اسکول میں خوف کس قدر حاوی ہے یہ جان کر تعجب ہوتا ہے۔ پھر اس پر اتنی کم بحث کیوں ہوتی ہے؟ مجھے تو لگتا ہے کہ بچوں میں خوف و ہراس دیکھ کر بھی ہم انھیں پہچان نہیں پاتے۔ ممکن ہے لوگ محض خوف کی ظاہری شکلوں کو ہی پہچانتے ہوں جیسے کوئی ننھا سا بچہ روتا بلکتا اپنی ماں سے لپٹے چلا جا رہا ہے۔ لیکن جسے بچوں کے چہروں پر، ان کی حرکات وسکنات پر جیسی ان کے خوف و ہراس کی غیر واضح علامتوں میں منقش پاتا ہوں۔ لیکن عموماً لوگ اس کا اندازہ نہیں لگا پاتے۔ ایسے چہرے، آوازیں اور حرکات وسکنات مجھے احساس دلاتی ہیں کہ بچے اسکول کے بیشتر اوقات میں خوف زدہ رہتے ہیں اور کچھ بچے تو حد سے زیادہ خوف و ہراس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ اچھے سپاہیوں کی طرح اپنے خوف کو قابو میں رکھتے ہیں، ان کے ساتھ جینا سیکھ لیتے ہیں، ان سے سمجھوتا کر لیتے ہیں۔

جان ہالٹ

ایسا دیکھا گیا ہے کہ بچے اپنا جائزہ استاد کی نظر سے ہی لیتے ہیں۔ اگر استاد انھیں فرماں بردار اور ذمہ دار مانتا ہے تو کلاس کے دوسرے بچوں کے ساتھ وہ بھی خود کو ایسا ہی ماننے لگتے ہیں۔

طلبا بڑوں کی توقعات اور امیدوں کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ جن طلبا سے کم امیدیں وابستہ رکھی جاتی ہیں وہ اپنے منفی لیبل کو قبول کر لیتے ہیں اور مثبت لیبل والے، کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتے

جاتے ہیں۔ اساتذہ بچوں سے جیسی توقعات وابستہ کرتے ہیں بچوں کی کارکردگی ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ آپ بچے کے دل میں یہ اعتماد پیدا کر دیں گے کہ تم پڑھ سکتے ہو، تو بچہ ضرور پڑھ کر دکھائے گا۔

پہلا طالب علم: — کیا تم ایک اچھے طالب علم ہو؟ — بہت اچھا نہیں۔ — تمھیں کیسے معلوم؟ — میرے اسکول کی رپورٹ ... اس میں لکھا ہے کہ میں شور مچاتا ہوں، دوسرے طلبا کے ساتھ ملتا جلتا نہیں ہوں... میرے بارے میں یہ بات کئی بار لکھی گئی ہے۔
دوسرا طالب علم: — تم اچھا کام کرتے ہو؟ — ہاں، کافی اچھا! — کیسے جانتے ہو؟ — جب میرے استاد میرا کام جانچتے ہیں تو 'اچھا' اور 'بہت اچھا' لکھتے ہیں۔
تیسری طالبہ: — تم اچھا کام کرتی ہو؟ — معلوم نہیں... ہاں! — کیسے معلوم؟ — میں کوشش کرتی ہوں کہ اچھے نمبر حاصل کر سکوں۔ **خطرہ اسکول**

زبان اور بولی

استاد اپنے سابقہ تصورات اور اپنی توقعات کو اپنی بات، اپنے حرکات وسکنات، اور اپنے فیصلوں سے ظاہر کر دیتا ہے۔ کہیں یہ سابقہ تصورات دیہی اور شہری ماحول سے وابستہ ہوتے ہیں اور کہیں لڑکا اور لڑکی کے درمیان فرق سے۔ اگر زبان کے تعلق سے یا خاص طور پر پڑھنے کے معاملے میں بات کریں تو جو مسلمہ تصور عام طور پر نظر آتا ہے وہ ہے، علاقائی بولی اور معیاری زبان کے تعلق کا۔

بہت سے اساتذہ بچے کے اسکول کی زبان میں علاقے کا اثر ٹھیک نہیں سمجھتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ بچوں کے گھر اور ماحول کی بولی اسکول میں معیاری زبان کی پڑھائی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اسی نظریے کی وجہ سے گھر میں بولی جانے والی زبان کا کلاس روم میں استعمال کرنے پر وہ بچوں کو ڈانٹ دیتے ہیں۔ بچے کی اپنی زبان کے نظر انداز کیے جانے اور حقارت آمیز رویے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ اپنے آپ میں سمٹ کر رہ جاتا ہے اور وہ خود کو حقیر تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ خود اعتمادی سے کلاس کی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہو پاتا۔ زبان اور بولی کے روایتی روپ کی تخلیقی آمیزش سے ہی معیاری زبان توانا ہوتی ہے اور بچپن کی سیکڑوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت حاصل کرتی ہے۔

جہاں صرف نفیس زبان ہی تہذیب کی علامت ہے

ابتدائی برسوں میں طلبا کو ایک ایسی زبان سیکھنی پڑتی ہے جو نہ تو ان کی ہوتی ہے اور نہ ماں باپ کی۔ خالص اسکولی زبان کو ہی تہذیب مانا جاتا ہے۔

بچے کی فطری بولی جہاں بھی اس مہذب زبان سے الگ ہوتی ہے اسے نوٹ کر لیا جاتا ہے، اور درست کر دیا جاتا ہے اور اس غلطی پر استاد سزا بھی دیتا ہے۔ یہ سب اسی مقصد کے تحت ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے بچہ اسکول کی زبان سیکھ جائے گا۔

لیکن نتیجہ الٹا ہوتا ہے، کافی بچے اس ڈر سے کہ انھیں غلط بولنے کے لیے ٹوکا جائے گا اور ''سزا'' دی جائے گی، چپ رہنا ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ لکھنے کا کام بھی اتنا ہی کرتے ہیں جتنا ضروری

ہوتا ہے کہ کم سے کم سزا ملے۔ زبان کے ماہرین اور ماہرنفسیات ان طریقوں کی مخالفت کرتے ہیں جس سے بچہ یہ محسوس کرے کہ اس کا فطری اسلوب اس سے چھینا جا رہا ہے۔

اسی طرح بچے کی بولی یا زبان، جو معیاری زبان سے مختلف ہوتی ہے، کو ختم کر کے گویا اس بات کو یقینی بنانا پڑتا ہے کہ تا زندگی وہ اظہار ذات اور اظہار احساس سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہی بچے جوان ہونے پر اظہار کرنے میں کمزور ہیں۔

لیکن یہ ایک نا قابل تلافی نقصان ہے کیوں کہ اس کا اثر اظہار تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ کسی بھی فرقے یا طبقے کی بولی یا زبان اس کی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہوتی ہے اور اس بولی کو غلط یا پسماندہ قرار دینا ایک طرح سے اس پورے طبقے کی شناخت اور تہذیب کو پسماندہ، غلط اور برا کہنے کے مترادف ہے۔

خطرہ اسکول

'گھر کی زبان' یا مقامی بولی کو اسکول کی معیاری زبان سے کمتر سمجھنے کی ذہنیت نہ صرف بچوں میں اظہار کو بلکہ پڑھنے اور لکھنے کے تجسس کو بھی کچل دیتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایسا کر کے ہم پڑھنا سیکھنے کے ایک اہم حصے سے بھی اس کو محروم کر دیتے ہیں۔ پڑھنے کی مہارت کے تعلق سے ہم پہلے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ باصلاحیت قاری پڑھنے کے عمل کے دوران اندازہ کا سہارا لے لیتے ہیں۔ یہ اندازہ سیاق اور جملوں کی ساخت پر منحصر ہوتا ہے۔ بچہ اپنی بولی کے جملوں کی بناوٹ سے بڑی حد تک فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ سہارا فراہم نہ کرانا بہت بڑی زیادتی ہے۔

دوسرا جملہ جو اکثر سننے کو ملتا ہے وہ ہے 'یہ تو ایسے ہی گھروں سے آتے ہیں ...' غریب ماحول سے آنے والے بچوں کی ذہنی صلاحیت یا پیدائشی لسانی صلاحیت بھی دیگر بچوں سے کم نہیں ہوتی ہے۔ استاد ہونے کے ناطے ہمارا مقصد انھیں ایک ایسا بھرپور ماحول مہیا کرانا ہے جہاں وہ خواندگی کے ایک مثبت تجربے کو محسوس کر سکیں۔

اندازۂ قدر کے تئیں رویہ – اندازۂ قدر کوئی خوفناک صورت حال نہیں بلکہ ایک عمل ہونا چاہیے۔اندازۂ قدر 'کیا نہیں آتا ہے' نہیں بلکہ 'کیا سیکھ چکا ہے اور کیا سیکھنا ہے' کا اندازہ لگانا ہے۔ایسا کرنے سے ہمارا دھیان بچے کی ذاتی نشو ونما پر رہتا ہے۔ساتھ ہی ہم اس عمر کے بچوں کی متوقع صلاحیتوں کو بھی دھیان میں رکھتے ہیں۔اس طرح ہم بچے کا زیادہ بہتر اور جامع اندازۂ قدر کرتے ہیں۔

نظم وضبط – ہندوستانی طریقۂ تعلیم سے گزر چکے ہم سبھی کے لیے کلاس یا اسکول میں نظم وضبط کی پابندی کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ہماری نظر میں نظم وضبط کا مطلب خاموشی، دھیان سے سننا اور پوچھنے پر ہی جواب دینا رہا ہے۔کلاس کو نظم وضبط کا پابند بنائے رکھنے کا یہ رویہ سیکھنے کے عمل میں حائل ہوتا ہے۔ خاص طور پر زبان کی کلاس میں اگر بولنے اور اظہار کی آزادی نہ ہو، سرگرمی کی ضرورت کے تحت کلاس منظّم نہ ہو تو بچوں کی لسانی نشو ونما پر اس کا منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ہم سبھی زبان کا استعمال کئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کرتے ہیں مثلاً مباحثہ کرنا، قیاس کرنا، تجزیہ کرنا۔اگر کلاس میں ان کے استعمال کے مواقع نہ حاصل ہوں تو ان مہارتوں کو چمکائیں گے کیسے؟

◈◈◈

حروف کا علم

چوکھٹے میں نہیں سماتا
بیٹے کا 'क'
کبوتر ہی ہے نا
پھدک جاتا ہے ذرا سا!
سطر سے اتر جاتا ہے اس کا 'ख'
خرگوش کی خالص بے چینی میں
گملے سا ٹوٹتا ہوا اس کا 'ग'
گھڑے سا لڑھکتا ہوا اس کا 'घ'
'ङ' پر آ کر ٹھمک جاتا ہے
اس سے نہیں سنبھلتا 'ङ'
'ङ' اور 'ङ' کو سمجھتا ہے 'ماں'
اور اس کے 'ओ' کو کہتا ہے
گود میں بیٹھا ہوا 'بیٹا'
ماں بیٹے سنبھلتے نہیں اس سے
اور انھیں لکھ لینے کی
ناکام کوشش میں
اس کے آجاتے ہیں 'آنسو'
...
(ہندی سے ترجمہ)
انامیکا

اندازۂ قدر

اندازۂ قدر ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے اس بات کو جانا جا سکتا ہے کہ سیکھنے والے نے نہ صرف کتنا سیکھا ہے بلکہ کس گہرائی کے ساتھ سیکھا ہے۔ اندازۂ قدر سیکھی ہوئی سمجھ کی تہیں کھولتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اندازۂ قدر محض کس قدر سیکھا گیا ہے اس کو نمبر دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس سیکھے ہوئے 'کتنا' کو تہہ در تہہ جاننا بھی ہے۔ صحیح معنوں میں تب ہی اندازۂ قدر مکمل ہوتا ہے۔

ان تہوں کو ٹٹولنا اتنا آسان نہیں ہے لیکن مشکل بھی نہیں ہے۔ محض ششماہی اور سالانہ امتحان لینے سے آپ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

بچہ تو ہر روز سیکھتا ہے اور آپ ہر روز پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر آخر اندازۂ قدر سال میں دو مرتبہ ہی کیوں؟

اندازۂ قدر کے بعض اصول

اندازۂ قدر کے بارے میں کچھ باتیں ہیں جو ذہن میں رکھنا ضروری ہیں:

1۔ اندازۂ قدر اور کلاس روم کی سرگرمیاں ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ ایک سے حاصل معلومات دوسرے کو دلچسپ بناتی ہے۔

- اندازۂ قدر سے حاصل شدہ معلومات پڑھنا سکھانے کی تیاری کی راہ ہموار کرتی ہے۔
- اندازۂ قدر سے نہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ بچے کتنا سیکھ پائے ہیں بلکہ یہ بھی کہ ایک بچے میں سیکھنے کی صلاحیت کی کتنی نشوونما ہوئی ہے۔

2۔ کلاس روم کی سرگرمیاں اور اندازۂ قدر ایک ساتھ اور مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔

3۔ اندازۂ قدر ویسے ہی ماحول میں ہونا لازمی ہے جو پڑھنے پڑھانے کے دوران موجود تھا۔ اندازۂ قدر کے لیے خاص حالات پیدا کرنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہے۔

4۔ اندازۂ قدر کئی طرح کے پس منظروں اور متعدد نوعیت کے درسی مواد کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

- پڑھنے کے پس منظر مختلف ہو سکتے ہیں۔ بچہ کلاس میں اور کلاس سے باہر بھی پڑھتا ہے۔ کلاس روم سے باہر کی سرگرمی کا اندازۂ قدر یا مشاہدہ آپ کے لیے مشکل ہوسکتا ہے لیکن آپ اس کے بارے میں پوچھ گچھ یا بات چیت ضرور کر سکتے/سکتی ہیں۔

5۔ پڑھنے والے بچے کے اندازۂ قدر سے پہلے تدریسی مواد کا جائزہ لیں۔ کیا درسی مواد بچے کی سطح کے مطابق ہے؟ کیا درسی مواد بچے کے سامنے چیلنج پیش کرتا ہے؟

6۔ اندازۂ قدر دو طرح سے کرنا ضروری ہے:

- بچے کی ترقی کا موازنہ اس کی کچھ وقت پہلے تک کی ترقی سے۔
- بچے کی ترقی کا موازنہ اس کی عمر کے لیے طے شدہ پیمانوں سے۔

اندازۂ قدر کیسے کیا جائے؟

یہ بات اب پوری طرح واضح ہے کہ اندازۂ قدر مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔ ایک بچے کی ترقی کی واضح اور مکمل تصویر حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وقت وقت پر بچے میں فروغ پا رہی صلاحیتوں اور مہارتوں کا ریکارڈ رکھا جائے۔

یہ بات پہلے بھی کہی جا چکی ہے کہ کلاس روم میں بچوں کو پڑھنے لکھنے کے بھرپور مواقع دینا آپ کے لیے بیش قیمت حالات اور مواقع بھی پیدا کرے گا جن کے دوران آپ بچوں کی لسانی مہارتوں کا باریکی سے اندازۂ قدر کر پائیں گے/ پائیں گی۔

اندازۂ قدر کی ریکارڈنگ کے لیے تیاری

اشیا کے طور پر آپ کو درج ذیل چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی:

1۔ 200 ورق کی ایک کاپی۔

2۔ صاف کاغذ پر لکھی آپ کی کلاس کے بچوں کے ناموں کی فہرست

3۔ کچھ 6-5 پرانی فائلیں یا کتابوں سے اتاری ہوئی جلدیں۔

ان اشیا کے انتخاب اور استعمال میں اپنی ضرورت اور وسائل کی دستیابی (جو ضروری نہیں کہ کم ہی ہو)، آپ کی تخلیقیت کے مطابق تبدیل بھی کی جاسکتی ہے۔ یہ محض مشورہ ہے۔

اس 200 ورق کی کاپی کا استعمال آپ اپنے اندازۂ قدر کے نکات درج کرنے کے لیے کریں۔ اس کاپی کا استعمال پورے سال کیا جائے گا۔ ابتدائی 20 ورق کو چھوڑ کر آپ ہر چوتھے پانچویں ورق پر اپنی کلاس کے ایک ایک بچے کا نام صاف صاف اور بڑے حروف میں لکھتے/لکھتی جائیں۔ اس طرح سے ہر بچے کی لسانی مہارت کی نشو ونما پر رائے درج کرنے کے لیے آپ کے پاس 5-4 ورق موجود ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ آرا بڑی تفصیل سے لکھی جائیں لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ ہر رائے کی بنیاد صاف اور واضح ہو۔ ہر رائے کی دلیل ایسی مثال کے ساتھ پیش ہو جو اندازۂ قدر کے دوران پیش آئی ہو۔ مثال کے طور پر پہلی جماعت میں ابھی داخلہ لینے والی اس بچی کے بارے میں یہ رائے ناکافی اور نامکمل ہے:

ورندا کتابوں میں دلچسپی ظاہر کرتی ہے

یہ رائے جس اندازۂ قدر پر قائم ہے اس کا بیان ضروری ہے۔ اس کو اس طرح سے بھی لکھا جاسکتا ہے:

ورندا کتابوں میں دلچسپی ظاہر کرتی ہے۔ ریڈنگ کارنر کی کتابوں کو وہ کافی دیر تک الٹتی پلٹتی رہی۔ آخر میں 'بڑھیا کی روٹی' کتاب لے کر بیٹھ گئی اور ایک ایک کر کے اس کتاب کی تصویروں کو بغور دیکھتی رہی۔

رائے کے ساتھ اس کی بنیاد درج کرنے کی بہت ساری وجہیں ہیں:

- سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کا اندازۂ قدر بچی کے برتاؤ اور اصل میں واقع ہوئے واقعہ کے پس منظر میں ہے۔ یہ رائے محض ایک سرسری خیال پر قائم نہیں ہے۔
- جب دو چار مہینوں میں آپ کے پاس اس قسم کی 8-7 آرا درج ہوجائیں گی تب آپ بچی کی لسانی مہارتوں کی نشو ونما کسی مکمل ترتیب کلی طور پر دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں/سکتی ہیں۔

- ان آرا کی ترتیب کی بنیاد پر آپ آگے پڑھانے اور سکھانے کے عمل کا منصوبہ بنا سکتے ہیں/ بنا سکتی ہیں۔
- ہر بچی کے نام کے ساتھ درج آرا آپ کو تقابلی پس منظر فراہم کریں گی۔ اس کی بنیاد پر آپ اپنی کلاس کے بچوں کو 5-4 گروپ میں تقسیم کر سکتی ہیں۔ یہ تقسیم آپ کو موٹے طور پر بچوں کے لسانی شعور کی نشو ونما کا اندازہ لگانے میں مدد کرے گی۔ اس سے آپ ان کی ضرورت کو دھیان میں رکھتے ہوئے 5-4 گروپوں کے لیے منصوبے بنا سکتے/سکتی ہیں۔
- لکھی گئی آرا کو پڑھ کر اور ان پر غور کرنے سے آپ کی اپنی اندازۂ قدر کی صلاحیت میں تبدیلی اور اصلاح ممکن ہے۔ یہ آرا نہ صرف بچوں کی بلکہ آپ کی ایک 'ریڈنگ ٹیچر' کی صورت میں ترقی کا اشارہ بھی ہے۔
- والدین کو ان کے بچوں کی ترقی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے آپ کے پاس ثبوت اور مثالیں موجود ہوں گی۔ اس سے نہ صرف والدین مطمئن ہوں گے بلکہ آپ بھی اپنی بات خود اعتمادی کے ساتھ کہہ پائیں گے اور والدین کو صحیح فیڈ بیک دے پائیں گے۔ اس سے آپ کو والدین کا تعاون حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔ یہ آخری سبب آخر میں بیان کرنے کی وجہ سے کسی بھی طرح سے کم اہمیت نہیں رکھتا ہے۔

دائرۂ مشاہدہ

اندازۂ قدر سے متعلق اٹھنے والا یہ سوال بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اندازۂ قدر کے لیے مشاہدہ کتنی مرتبہ کیا جائے؟

اس کا سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ جتنی مرتبہ ممکن ہو۔ کلاس روم میں ہو رہی تمام سرگرمیوں، کاموں خواہ وہ رسمی طور پر منصوبہ سازی کے مطابق یا کسی غیر رسمی عمل کے طور پر ہوں، آپ کے سامنے کچھ نہ کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے حالات ہمیشہ فراہم کرتے ہیں۔

یہ ایک مثالی (Ideal) صورت ہے۔ آپ کتنی بار اپنی کاپی نکال کر نوٹ کر پاتے ہیں یہ بہت سی باتوں پر منحصر ہوگا۔ جیسے آپ کے پاس پڑھانے کے علاوہ اور کون کون سی ذمہ داریاں ہیں۔ ہر استاد کے

پاس بعض اضافی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ کسی کے پاس زیادہ اور کسی کے پاس کم۔ ایک سے زیادہ کلاس میں پڑھانے کی ذمہ داری ہمارے اسکولی نظام کی حقیقت ہے۔ ان حالات سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کا حل انتظامی معاملات سے وابستہ ہے۔

دوسری مشکل صورت کلاس میں بچوں کی تعداد ہے۔ اگر آپ کی کلاس میں 30-20 بچے ہیں تو آپ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھیں۔ 50-40 کی تعداد مشکل حالات پیدا کرتی ہے لیکن حالات پر قابو پانا ناممکن نہیں ہے۔ 60-50 سے زیادہ کی تعداد بلاشبہ بڑا مسئلہ ہے اور آپ کے صبر، حوصلے اور انتظامی مہارت کا امتحان بھی۔

ان مسائل اور حالات کا مقابلہ کرنے کا کوئی واحد طریقہ نہیں ہے۔ بہت کچھ آپ کی سمجھ بوجھ پر منحصر ہے۔ جہاں تک مشاہدہ کی بات ہے تو آپ اپنے پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے ایک مشاہداتی دائرہ بنا سکتے ہیں۔ مشورہ یہ ہے کہ کلاس میں ہر بچے کا ہفتے میں ایک مرتبہ مشاہدہ ہو اور کاپی میں اسے درج کیا جائے۔ جہاں ایسا کر پانا مشکل ہے وہاں دو سے تین ہفتوں کا مشاہداتی دائرہ بنایا جائے۔ ایک مہینے سے زیادہ عرصے کے بعد کیا گیا مشاہدہ کم سودمند ہوتا ہے۔

آئیڈیل صورت		پیچیدہ صورت	
ایک ہفتہ	دو ہفتہ	تین ہفتہ	ایک مہینہ

مثال کے طور پر اگر آپ کی کلاس میں 23 بچے ہیں تو ہفتے کے ہر دن (اگر بچے 5 دن اسکول آتے ہیں) آپ 5-4 بچوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں/سکتی ہیں۔ اگر کلاس میں کم بچے ہونے کے باوجود بھی یہ مشکل ہے تو آپ دو ہفتوں کا مشاہداتی دائرہ طے کر سکتے ہیں۔ اس کے تحت آپ کو ہر روز 3-2 بچوں کا ہی مشاہدہ کرنا ہوگا۔

یہ آپ پہلے سے مقرر کر لیں اور ایک جدول بنا لیں کہ کس ہفتے یا دن میں آپ کن بچوں پر زیادہ غور کرنے والے/ والی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مقررہ دن کسی اور بچے پر کوئی رائے درج نہیں کی جا سکتی۔ مشاہداتی دائرہ، کام کو درست بنانے کے لیے ہے اور اس میں لچیلا پن اور تبدیلی کی

پوری گنجائش ہے۔ اگر کسی وجہ سے آپ کا مقررہ دائرہ گڑ بڑا جاتا ہے تو آپ اس میں مناسب تبدیلی لا سکتے/سکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے چھٹیوں یا اور وجہوں سے آپ کے دائرہ کی مدت میں بار بار تبدیلی آتی ہو۔ یہ پریشانی کا سبب نہیں بننا چاہیے۔

نیچے دیے گئے جدول میں پہلی جماعت کی ایک استانی کے ذریعے تیار کیا گیا مشاہداتی دائرہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کی کلاس میں 32 بچے ہیں۔ ان کے دائرہ کو پورا کرنے میں دو ہفتے کا وقت درکار ہوتا ہے۔ اس جدول میں چار ہفتوں کا منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔

	کل دن	بچوں کے نام
4 اگست - 8 اگست 11 اگست - 15 اگست	5 دن 3 دن	3-5 بچے روزانہ (20 بچے)
	(15 اگست کی چھٹی - 14 اگست کو یوم آزادی منانے کا پروگرام ہوگا)	3-4 بچے روزانہ (12 بچے)
18 اگست - 22 اگست	5 دن	3-4 بچے روزانہ (18 بچے)
25 اگست - 29 اگست	4 دن (27 کو میں چھٹی لوں گی)	3-4 بچے روزانہ (14 بچے)

اندازۂ قدر کے مواقع

اسکول کا روزانہ معمول آپ کو اندازۂ قدر کے بہت سے مواقع فراہم کرتا ہے، بشرطیکہ آپ ان مواقع کا استعمال کرنے کے لیے تیار ہوں اور ایسے مواقع پیدا کرنے کے حالات آپ تیار کریں۔

ضروری ہے کہ بچوں کو آزادانہ طور پر بولنے، سننے، لکھنے اور پڑھنے کے مواقع حاصل ہوں۔ جتنے زیادہ ایسے مواقع حاصل ہوں گے اتنا ہی الگ الگ حالات میں بچوں کا مشاہدہ کرنا ممکن ہے۔ ایسے مواقع کب اور کتنے ہوں گے یہ آپ کے منصوبے پر منحصر ہے اور ان مواقع کے پس منظر کی فہرست لامحدود ہے۔ نیچے ایسے ہی بعض پس منظر کی فہرست سازی کی گئی ہے۔ یہ مواقع غیر رسمی اور منصوبہ بند رسمی پس منظر میں پیدا ہو سکتے ہیں:

- صبح صبح کلاس شروع ہونے سے پہلے جماعت میں موجود کتابوں اور دیگر چھپی ہوئی اشیا کو دیکھنے/ پڑھنے کی کوشش کرنا/ پڑھنا۔
- دن کے کسی بھی وقت کہانی سننے کے تئیں تجسس یا دلچسپی ظاہر کرنا۔
- گروہ یا جوڑے بنا کر پڑھنے کی سرگرمی میں پہل کرنا۔
- چھپی ہوئی اشیا کے بارے میں سوالات پوچھنا، جاننے کی کوشش کرنا
- روز کی بات لکھتے وقت غور سے دیکھنا، سوال پوچھنا، اندازہ لگا کر کچھ پڑھ کر سنانا، حروف اور لفظوں کو پہچاننا وغیرہ۔
- خود پڑھی ہوئی یا پڑھ کر سنائے گئے مواد پر ہو رہی گفتگو میں اپنی رائے ظاہر کرنا۔

نہ پڑھ پانے کی یہ وجوہات بھی ہو سکتی ہیں...

ایک خواندہ سماج کا صحیح معنوں میں تصور تبھی کیا جا سکتا ہے جب پڑھنے کے بامعنی مواقع تمام بچوں کو حاصل ہوں۔ ہدایت نامے میں پڑھنے کی بعض شرائط کا ذکر کیا گیا ہے لیکن کئی مرتبہ ان کے باوجود ہم سماجی اور سیاسی وجوہات سے 100 ویں بچے تک پہنچنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔

آزادی کی کئی دہائیوں کے بعد بھی شاید سیاسی قوتِ ارادی کی کمی کے سبب ہمیں آج بھی اپنے اسکولی نظام میں کئی رکاوٹوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ سروے اور اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ہر ماہ تقریباً ایک لاکھ بچے تغذیہ کی کمی کی وجہ سے مرتے ہیں، بینائی سے محروم بچوں کی

تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ انڈین میڈیکل ریسرچ کونسل کے سروے کے مطابق تقریباً ڈھائی کروڑ بچے وٹامن A کی کمی کی وجہ سے اندھے پن کا شکار ہو سکتے ہیں۔ تغذیہ کی کمی کا اثر جسم اور دماغ دونوں ہی پر پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا اثر ان کی تعلیمی حصولیابی پر بھی پڑتا ہے۔ تغذیہ کی کمی کے شکار بچوں پر دوہری مار تب پڑتی ہے جب انھیں اسکول میں موافق ماحول نہیں ملتا جیسے روشنی کا مناسب انتظام، ہوادار کمرے، پینے کا صاف پانی، بیت الخلا کا انتظام اور کھیلنے کے لیے کھلی جگہ۔ چند ہی سرکاری اسکول ایسے ہیں جنھیں دیکھ کر ایک خوش گوار اور صحت مند ماحول کا احساس ہوتا ہے۔

وہ بچے جنھیں آنکھوں کی تھوڑی سی بھی کمزوری ہے، کم روشنی والے کمروں میں پڑھنے لکھنے کی عام سرگرمیوں میں بھی شامل نہیں ہو پاتے ہیں۔ پڑھنے کی ایک معمولی سی کوشش بھی آنکھوں پر زور ڈالنے والا عمل بن جاتی ہے۔ اسکول کا جذباتی ماحول بھی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک چھ سال کا بچہ اپنی پریشانی اور ناقابلیت کو بیان کر سکے۔ بچہ اس قدر بیمار رہتا ہے کہ بیماری جب تک بہت بڑھ نہیں جاتی تب تک ہمارا دھیان اپنی جانب نہیں کھینچ پاتی۔ تغذیہ کی کمی کی شکار اگر لڑکی ہے تو مسئلہ کی شناخت کے باوجود اس کے حل کے لیے کوئی خاص کوشش نہیں کی جاتی۔ وہ خاندان اور اسکول کی ترجیحات میں کہیں پیچھے چھوٹ جاتی ہے۔

تغذیہ کی کمی کی وجہ سے پڑھنے لکھنے میں آنے والی دقتوں کو دراصل بچوں کی نااہلی سمجھ لیا جاتا ہے اور ان پر ناکامیابی کا داغ لگ جاتا ہے۔ استاد بھی اتنے باخبر نہیں ہوتے کہ وہ تغذیہ کی کمی اور اس کے نتائج کو سمجھ پائیں اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو اتنا اہل پاتے ہیں کہ خود فیصلہ لے کر کوئی مثبت اقدام کر سکیں۔ اسکولوں میں مذکورہ بالا بنیادی سہولتوں کی کمی سے بچے اور اساتذہ دونوں ہی جوجھ رہے ہیں۔

تغذیہ کی کمی کے علاوہ ذہنی مسائل کی وجوہات بھی بچوں کی پڑھنے کی صلاحیت پر اثر ڈالتی ہیں۔ اپنی لاعلمی کی وجہ سے ہم ایسے بچوں کو 'پڑھنے میں ناکام' یا 'سلولرنر (Slow Learner)' تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ بچے پڑھنے کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں کرتے ہیں لیکن دراصل بہت ہی باصلاحیت ہوتے ہیں۔ ان کی عقلی سطح عام سے بلند ہوتی ہے۔ آنکھوں کی کمزوری کا کوئی مسئلہ

اس کے سامنے نہیں ہوتا پھر بھی پڑھنے کے دوران وہ چکر آنے کی شکایت کرتے ہیں۔ زبانی سرگرمیوں میں وہ آگے رہتے ہیں لیکن پڑھنے کی سرگرمی سے گھبراتے ہیں۔ کبھی الفاظ کو الٹا پڑھتے ہیں تو کبھی انھیں آوازوں میں الجھن محسوس ہوتی ہے۔ انھیں حروف یا لفظ پہچاننے میں دشواری ہوتی ہے۔ پڑھتے ہوئے ترتیب قائم نہیں رکھ پاتے ہیں، الفاظ ناچتے گھومتے سے نظر آتے ہیں اور وہ ان کے مطلب نہیں سمجھ پاتے۔ یہ دقتیں پڑھنے کی عام دقتوں سے مختلف ہیں اور اساتذہ کو اس میں فرق کرنا آنا چاہیے۔

پڑھنے کی ایسی خامی/ ناکامی اگر امید سے لگ بھگ پوری ایک کلاس پیچھے ہے تو اسے ایک مسئلہ تسلیم کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو لگے کہ بچہ دھیان نہیں دے پا رہا ہے یا وہ کاہل ہے لیکن وہ درحقیقت تصور کے دو نکات کے درمیان فرق نہیں کر پاتا ہے۔

اسکول کے ابتدائی برسوں میں اپنے ساتھی کی طرح نہ پڑھ پانا بچوں کے لیے تکلیف دہ تجربہ ہوتا ہے جو شدید ذہنی تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ پڑھنے میں ناکامی سے جوجھ رہے بچوں کو پڑھ پانے کی اضافی مدد کرنی چاہیے۔ پڑھنے کی اضافی مشق سیکھنے کی رکاوٹوں کو بڑی حد تک کم کرسکتی ہے۔ طلبا بہتر محسوس کرتے ہیں اور پڑھنے کے عمل سے بخوبی واقف ہو پاتے ہیں۔ کامیابی ایک مثبت امیج بنانے میں مدد کرتی ہے۔ یہ بات بڑی اہم ہے۔

بچوں کو ناکام یا نااہل قرار دینے کی جگہ ان کے مسائل کو جاننے اور سمجھنے پر نظر رکھنی چاہیے۔ ایسی حالت میں اسکول کے ذمہ داران اور بچے کے گھر کے افراد کو مطلع کیا جاسکتا ہے تاکہ اس کے حل کی تدابیر تلاش کی جاسکیں۔

◈ ◈ ◈

ہم کیوں پڑھتے ہیں

کیوں پڑھتے ہیں ہم کتابیں؟ معلومات حاصل کرنے کے لیے، تفریح کے لیے یا پھر اپنے دماغ کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے۔ شاید یہ اوراس سے زیادہ بھی کچھ اور۔ آخر کار پڑھنا زندگی کے پہلوؤں اوراس کے بدلتے رنگوں کو سمجھنا ہے۔ اس کے ساتھ ایک بامقصد زندگی کے ہنر کو سمجھنا بھی ہے۔ ہمارے ذاتی تجربات محدود ہوتے ہیں اوران کا دائرہ پڑھنے سے ہی وسیع ہوتا ہے۔ کتابیں ہمارا تعارف ان کتابوں اور تجربوں اور تصورات سے کراتی ہیں جن میں لامحدود عقل مندی اور پختگی کی جھلک نظر آتی ہے۔

ایک قاری اپنی سمٹی ہوئی دنیا چھوٹی چھوٹی غلطیوں، خواہشات سے نکل کر ایک وسیع فلسفۂ زندگی کی سمجھ بنالیتا ہے۔ ہم سب کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایسا ہی نقطۂ نظر قائم کریں۔ اس زندگی کے مشکل اور پرخطر راستے ہم تبھی طے کر سکتے ہیں جب ہم اس دنیا اور زندگی کی سمجھ بنا پائیں گے۔ پڑھنا اور پڑھنا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہماری اس سمجھ کو فروغ دینے میں معاون ہوتا ہے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو

پڑھنے میں تسلسل

ابھی تک ہم پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کے پس منظر میں رائج تصورات اور اس سے نکلے ہوئے نظامِ فکر کو تقویت دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ یہ کوشش بھی ضروری ہے کہ پڑھنے کا تسلسل بچوں میں قائم رہے، اس کے لیے استاد کو لگاتار پڑھنے سے وابستہ رہنا ہوگا اور خود کو ایک ریڈنگ ٹیچر کے طور پر دیکھنا ہوگا۔ یہ تسلسل بنائے رکھنے کی سمت میں ایک ٹھوس قدم ثابت ہوگا۔ عہد طفلی کی سمجھ اور با معنی مطالعہ کی روایت ہمارے معاشرے کا اہم حصہ رہی ہے۔ اس روایت نے ہمیں بہت اچھے قاری دیے ہیں جو بااثر استاد بھی ثابت ہوئے۔ مہاتما گاندھی، ذاکر حسین، ربیندر ناتھ ٹیگور، منشی پریم چند، پنڈت نہرو بعض ایسے نام ہیں جو شاید بچوں کے اسکول میں استاد نہ بھی رہے ہوں لیکن بچوں کی تعلیم، ادب اور مطالعے کی اہمیت کو انھوں نے بخوبی سمجھا اور اسے فروغ دیا۔

آج اسکولوں میں پرائمری تعلیم کا پس منظر پریشان کن ہے۔ وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کے ذریعے کیے گئے سروے کے مطابق پانچویں جماعت تک تقریباً ایک تہائی بچے اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔

پڑھنا سکھانے، پڑھنے کی طرف بچوں کو راغب کرنے کے عمل میں استاد کا اہم کردار ہوتا ہے۔ استاد اور کلاس کے بچوں کے درمیان کا جذباتی رشتہ اس عمل کو نہ صرف آسان بناتا ہے، بلکہ اسے مضبوطی بھی فراہم کرتا ہے۔ اسکول میں بچوں کے ایک اہم دور کی شروعات ہوتی ہے۔ لیکن ان کے گھر سے اسکول کا یہ سفر ایک یادگار تجربہ نہ ہو کر کئی مرتبہ اسکول چھوڑنے کا سبب بن جاتا ہے۔ بچوں کے گھر پر پڑھنے کا ماحول نہ مل پانے کے کچھ معاشی وجوہات بھی ہیں اور کچھ سماجی بھی۔ سہولیات سے خالی ماحول کے باوجود بچہ لگاتار ماحول سے سیکھتا رہتا ہے اور اس کے اپنے تجربات اور جذبات بھی تشکیل پاتے رہتے ہیں لیکن اسکول کی تنگ نظر درسیات، اپنے پن کی کمی، پیار اور دلار سے خالی ماحول اسے اسکول کے دائرے سے باہر لے جاتا ہے۔ استاد کو بچوں کے ایک رفیق کی شکل میں ہونا چاہیے۔ لیکن درحقیقت معاملہ تو یہ ہے کہ وہ خوف کی علامت بن جاتے ہیں۔ کلاس روم میں پھیلی خاموشی کئی مرتبہ قریبی تعلقات

بنا پانے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ استاد بچوں کو جب بولنے یا بات چیت کرنے دیتے ہیں تو خود نو جوان دل میں چھپے بچے کو باہر آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس سے بچوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ انھیں بے خوف اور آزاد ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ کچھ سرگرمیاں جیسے ایک ساتھ مل کر گانا سننا، سنانا، اداکاری کی دنیا میں گم ہو جانا ایک بے حد خوش گوار تجربہ ہوتا ہے۔ بچہ نہ صرف اپنے استاد کے نزدیک آتا ہے بلکہ اپنے ساتھیوں، کلاس روم اور اسکول سے بھی جذباتی رشتہ قائم کر لیتا ہے۔ اس طرح پڑھنے کے خوش گوار سفر کا آغاز ہوتا ہے اور کتابوں سے جذباتی رشتہ استوار ہوتا ہے۔

استاد : ایک قاری کی شکل میں

یہ سچ ہے کہ پڑھنا اور لکھنا سکھانے والے اساتذہ کو خود پڑھنے لکھنے کے عمل سے وابستہ رہنا چاہیے۔ ایک استاد جو خود قاری بھی ہے، پڑھنے کی اعلیٰ مثال اپنی کلاس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بچوں کو پڑھنے کی ترغیب دینے والے اساتذہ کیا خود قاری ہیں؟ کیا پڑھنا ان کی عادت ہے؟ کیا وہ پڑھنے کا لطف اٹھاتے ہیں؟ یہ بے حد سنجیدہ سوالات ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بیشتر اساتذہ پڑھنے میں دلچسپی نہیں رکھتے اور اگر رکھتے بھی ہیں تو وہ اخبار کی اہم سرخیوں تک محدود ہوتے ہیں۔ ادار یہ پڑھنا انھیں اچھا نہیں لگتا۔

غور کیجیے

کیا ہم اساتذہ پڑھتے ہیں؟

- کیا پڑھنا ہماری عادت ہے یا خالی وقت میں کیا ہم عادتاً کتابیں اٹھاتے ہیں؟
- کیا ہمیں پڑھنے میں مزہ آتا ہے؟ کیا پڑھنا ہمیں پسند ہے؟

ہم اساتذہ کیا پڑھتے ہیں؟

- کہانی کے علاوہ ہمیں کیا کچھ اور پڑھنا پسند ہے؟

- اخبار، رسائل - ہم کیا کیا پڑھتے ہیں؟
- کیا اداریے کے صفحے پر شائع مواد پڑھنا ہمیں دلچسپ لگتا ہے؟
- کیا ہم غیر افسانوی ادب آسانی سے پڑھ پاتے ہیں؟ (معلوماتی اور تجزیاتی نوعیت کا مواد)
- کیا ہم پڑھتے ہوئے ان کہی باتوں کو اور مصنف کے نظریے کو سمجھ پاتے ہیں؟
- اپنے اردگرد کے بارے میں ہم جو کچھ جانتے سمجھتے ہیں کیا پڑھتے وقت ہم اس کا سہارا لیتے ہیں؟

پڑھتے وقت سبق کا ہم اساتذہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

- ہم جو کچھ پڑھتے ہیں کیا اسے سنتے بھی ہیں؟
- کیا ہم پڑھے ہوئے مواد کو آخری حقیقت مان کر قبول کر لیتے ہیں، اس سے ہمیشہ متفق ہوتے ہیں؟
- کیا ہم مصنف کی بات پر سوال قائم کرتے ہیں، اسے چیلنج دیتے ہیں؟
- کیا ہمارے اندر پڑھے ہوئے مواد پر واضح رائے دینے کی خود اعتمادی ہوتی ہے؟
- کیا پڑھنا ہمارے ذہن میں کئی قسم کے سوالات پیدا کرتا ہے؟
- کیا پڑھنا دنیا کے بارے میں ہماری سمجھ کو بہتر بناتا ہے؟
- کیا پڑھنا ہمارے اندر تجسس پیدا کرتا ہے؟
- کیا پڑھنا طرح طرح کے جذبات سے گزرنے کا سفر ہے؟
  (کیا پڑھنا ہمیں مدہوش کرتا ہے، غصہ دلاتا ہے، حیران کرتا ہے؟)

ہم اساتذہ کیسے پڑھتے ہیں؟

- پڑھتے وقت کیا ہم حروف کے ذریعے الفاظ کو پہچانتے ہیں، الفاظ کو جوڑ کر کیا جملے کی شکل اپنے دماغ میں اتارتے ہیں اور تب جملے کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں؟

راہیں اور بھی ہیں

تجربات بتاتے ہیں کہ اپنے تبادلۂ خیالات کا وسیلہ ہم خود تلاش کرتے ہیں۔ اس کے لیے اساتذہ کو چاہیے کہ پابندی سے آپس میں ملیں، تعلیم سے متعلق موضوعات پر غور وفکر کریں، معلومات اور اپنی کلاس کے تجربات کو آپس میں بانٹیں۔ اساتذہ کے لیے پڑھنے کا وقت محض اسکول کا وقت یا کلاس روم کے وقت تک ہی محدود نہیں رہتا ہے۔ کلاس روم میں پڑھنے سے متعلق پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کرنے کی لگن ان میں موجود رہتی ہے۔ اگر اساتذہ ان مسائل کو اپنے ساتھیوں سے بانٹتے ہیں تو وہ نہ صرف مسائل کا حل جلدی ڈھونڈ لیتے ہیں بلکہ تجربات کا دائرہ بھی وسیع تر کر لیتے ہیں۔ لیکن کیا اساتذہ اپنے پڑھنے کے تجربات کے بارے میں فکر مند ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود احتساب کریں۔

درج ذیل کچھ سوالات کے جواب تلاش کیجیے

1- کیا پڑھنے کے آپ کے تجربات استاد کا کردار ادا کرتے ہوئے پر اثر ہیں؟

2- کیا پڑھنے کی سمجھ کے تعلق سے آپ نے اپنے آپ کو ٹٹولنے کی کوشش کی ہے؟

3- کیا پڑھنا آپ کو آسانی سے آیا؟

4- کیا آپ چاہتے ہیں کہ بچے بامعنی طور پر پڑھنا سیکھیں؟

استاد کا خود پڑھنے کا عمل پڑھنے کی سمجھ بنانے میں معاون ہوتا ہے۔ جب وہ پڑھتے ہیں تو وہ کیسے پڑھتے ہیں؟ سبق میں ایک انجان لفظ آ جانے پر کیا وہ یادداشت یا تجربات کا سہارا لیتے ہیں۔ نقشوں کو پڑھاتے وقت یا مشکل سبق کو پڑھاتے وقت آپ کن طریقوں کا استعمال کرتے ہیں؟ کچھ اساتذہ پڑھنے کی تربیت لینے یا ماہرین سے بات چیت کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔ کچھ اساتذہ کا یہ بھی خیال ہے کہ سنجیدگی سے غور وفکر کرنے سے مشکل سوالات کے جواب انھیں خود ہی مل جاتے ہیں۔ کلاس روم میں ان کے اختیار کیے گئے طریقے ممکن ہے کامیاب نہ ہوں لیکن وہ ناامید نہیں ہوتے۔ وہ اس ناکامی کو سیکھنے کا ایک موقع تصور کرتے ہیں۔

پڑھنے کو فروغ دینے کے لیے ایک سنجیدہ استادکئی طریقے اختیار کرسکتا ہے۔ جیسے بچوں کے لیے آسان زبان میں لکھی ہوئی معیاری کتابیں فراہم کرانا، بچوں کو درسی کتب کے علاوہ بہت سی اشیا کا مطالعہ کرنے کا موقع دینا۔ اکثر اساتذہ کو ایک طے شدہ درسیات سے باہر جانے میں جھجھک محسوس ہوتی ہے، اوراس جھجھک کے پیچھے وجہ ہوتی ہے – عدم تحفظ کا خوف۔ وہ بندھی ٹکی روایت پر چلنے میں ہی خود کو محفوظ پاتے ہیں۔ بیشتر اوقات درسیات سے الگ مزید کچھ نہ کر پانے کی درج ذیل وجوہات پیش کی جاتی ہیں۔

- وقت کی قلت۔
- کہاں سے حاصل ہوں کتابیں۔
- درسی کتب کے علاوہ بچوں اور درسیات کے لیے دیگر کتابوں کے فائدہ مند ہونے کی سمجھ نہ ہونا۔
- اندازۂ قدر سے ان کتابوں کو جوڑنے کی صلاحیت نہ ہونا۔
- امتحانی نظام میں لچیلا پن نہ ہونے کا دباؤ۔
- اس حقیقت سے بے خبر ہونا کہ اضافی مطالعہ سے بچوں کے سیکھنے کی صلاحیت میں معیاری اصلاح ہوسکتی ہے۔

دوسری جانب یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب اساتذہ نے منتخب ادب اطفال کا مطالعہ کیا اور ادب کی کچھ قدیم کتابیں پڑھیں تو ان کا تجسس صاف طور پر نظر آنے لگا اور وہ ادب اطفال کو لے کر بہت زیادہ پرجوش ہوگئے۔ یہ حقیقت ہے کہ استاد کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ کہاں کیا چھپ رہا ہے لیکن وہ بعض طریقے تو اختیار کرہی سکتے ہیں جیسے

1۔ ناشروں سے کتابوں کی فہرست منگوا کر
2۔ بعض ناشر جیسے نیشنل بک ٹرسٹ، 'روم ٹو ریڈ' نے بک کلب قائم کیے ہیں۔ ان کی ممبرشپ آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے
3۔ کتاب میلوں اور موونگ لائبریریوں میں پابندی سے جانا

4۔ اسکول میں رسائل منگوانا

5۔ اخباراورلائبریریوں میں چھپی ہوئی کتابوں پرتبصرے پڑھنا

اساتذہ کواپنی سمجھ کی مسلسل نشوونما کرتے رہنا چاہیےاور پڑھنے کولے کرکیا ہورہا ہےاس کے تئیں باخبررہنا چاہیے۔اگرکمپیوٹرکی سہولت مہیا ہوتوانٹرنیٹ کااستعمال کرکے کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں۔

لائبریری – پڑھنے کی ایک کڑی

پڑھنے کی صلاحیت خلامیں فروغ نہیں پاتی ہے۔اگرپڑھنے کی صلاحیت کااستعمال نہ کیاجائےتواس کی نشوونمانہیں ہوپاتی ہے۔ پڑھنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ لائبریری کی جانب راغب ہوتے ہیں۔ادب سےان کاخاص رشتہ قائم رہتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ اسکولوں میں کتابوں کی الماریوں میں تالے لگے رہتے ہیں۔استاد جب خودنہیں پڑھ رہے ہوں تووہ بچوں کوپڑھنے کی ترغیب کیوں کردے پائیں گے۔ایسے میں ایک اسکول 'پڑھنے کاماحول' بنانے میں ناکام رہتا ہے۔ایسی صورت حال سے باہر نکلنے کے لیے اساتذہ کوخود پڑھنے پڑھانے میں دلچسپی رکھنا چاہیے۔ اخبار، کتابیں، رسائل ، نئی طباعت سب کوپڑھنے کی فہرست میں شامل کرنا چاہیے۔لائبریری کی ممبرشپ بنائے رکھنا چاہیے۔ کبھی کبھی صرف کتابوں کوالٹناپلٹنابھی لطف کاباعث ہوتاہےاور پڑھنے کےتجسس کوبڑھاتا ہے۔

اس سوال پرغورکیجیے – کیا آپ ادب اطفال کی دس کتب کے نام بتاسکتے ہیں؟

استاداورتحقیق

موجودہ پس منظرمیں پڑھنے کےطریقے پرخاص توجہ دی جارہی ہے۔ پڑھنے کے ماہرین،محققین اور اساتذہ اس بات کے تئیں سنجیدہ ہیں کہ 'پڑھنا' اپنے آپ میں ایک مخصوص شعبہ ہے۔ پڑھنے سے متعلق نظریات اوراصول جن کی معلومات اس ہدایت نامہ میں دی گئی ہے اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ پڑھنے کےتجربات ہی پڑھنے کی سمجھ کوگہرائی اورگیرائی بخشتے ہیں۔

استاد کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی کلاس کی صورت حال کیا ہے۔ بچوں کا الگ الگ ماحول سے آنا یا پھر ایک ہی مخصوص ماحول سے آنا پڑھنے کے عمل کو متاثر کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس کا رواداری کا رویہ اختیار کرنا، یہ مان کر چلنا کہ ہر بچہ پڑھنے کی مہارت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بے حد ضروری ہے۔ استاد ایک محقق کے طور پر جانتا ہے کہ ابتدائی دور میں بچے الگ الگ طرح سے پڑھنے کے اپنے تجربات ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے لیے ایک محقق کے نظریے سے اساتذہ یہ جاننا چاہیں گے کہ:

1۔ بچوں کے گھروں میں پڑھنے کا ماحول کس طرح کا ہے؟

2۔ کیا بچے کتابیں الٹتے پلٹتے ہیں؟

3۔ کیا بچے باتصویر کتابوں کو سمجھنے میں دلچسپی لے رہے ہیں؟

4۔ کیا وہ ایک دوسرے کو یا استاد کو کہانی سنانے کے لیے بے چین رہتے ہیں؟

5۔ کیا بچے چھپی ہوئی اشیا کی کچھ مثالیں جیسے اخبار سے تراشی ہوئی جانور، پھول وغیرہ کی تصاویر کلاس میں لاتے ہیں اور انھیں آپس میں یا استاد کو دکھاتے ہیں یا ان کے بارے میں بات کرتے ہیں؟

یہ وہ تمام اقدامات ہیں جنھیں استاد پڑھنے کی راہ پر گامزن ہونے کے اشارے مانتے ہیں۔

پڑھنے کی دنیا میں ہو رہی تحقیقات کی خبر رکھنا بھی ان کو ضروری لگتا ہے۔ اساتذہ محض اصولوں پر ہی قائم نہیں رہتے بلکہ پڑھنا ان کے لیے بے حد فطری عمل ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف پڑھنے کے لیے بے قرار رہتے ہیں بلکہ پڑھ کر اس میں اپنے ساتھی اساتذہ کو شریک کرنے کا لطف بھی حاصل کرتے ہیں۔ ان کا یقین ہے کہ درسی کتابوں کے ساتھ اور درسی کتب کے علاوہ بھی پڑھنے کی ایک دنیا سجائی جاسکتی ہے۔ اس ہدایت نامے میں سبق تحریری مواد سے بھرپور اور ریڈنگ سیل، این سی ای آر ٹی کی شائع کردہ 'ڈوژیر' کو ضرور پڑھیں۔ کئی مرتبہ پڑھنے پر ہی آپ 'پڑھنے' سے متعلق سمجھ بنا پائیں گے۔

کئی اساتذہ سے بات چیت اور انٹرویو سے یہ معلوم ہوا کہ اسکولی نظام انھیں پڑھنے یا تحقیق کرنے

کی طرف آمادہ نہیں کرتا۔ایسی صورت میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ آپ اپنی راہیں خود تلاش کیجیے، گروپ یا گروہ بنایئے جہاں مل جل کر کام کرنے کے بہت سارے امکانات ہوں، حالات کا مقابلہ کرنے کا عہد ہو۔کلاس روم کو ایک تجربہ گاہ کی صورت میں بھی دیکھیے۔ بچے ہی بہت کچھ سکھا جاتے ہیں۔مہاتما گاندھی کی کہی ہوئی کچھ سطریں یہاں غور کرنے کے لائق ہیں۔انھوں نے کہا کہ ''یقین کیجیے میں سیکڑوں نہیں، ہزاروں بچوں کے ذاتی تجربوں کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ ہماری توقع بچوں میں خودداری کا معمولی احساس ہوتا ہے۔اگر ہمارے اندر نرمی ہو تو ہم زندگی کے بڑے بڑے سبق نام نہاد معصوم بچوں سے سیکھ سکتے ہیں۔ان کے لیے بزرگ عالموں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔''ایک ماہر اور حوصلہ مند استاد عملی تحقیق کر کے پڑھنے سے متعلق بہت ساری دشواریوں کا حل تلاش کر لیتا ہے۔کئی مرتبہ اس نوعیت کی تحقیقات کے مفروضے یعنی 'ہائپوتھیسس' قائم کیے جا سکتے ہیں اور یہ عمل ذاتی مطالعے کے طور پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ایسا کرنے سے پڑھنے سے متعلق مستقبل کے منصوبے بنانے میں شفافیت اور مدد دونوں حاصل ہو سکتے ہیں۔

لکھنے اور پڑھنے کے درمیان آپسی رشتہ : لکھنے کا پڑھنے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔اگر پڑھنے کے ہمارے تجربے، دلچسپ اور بامعنی ہیں تو یہ لازمی طور پر ایک قاری کو لکھنے کے لیے بھی راغب کریں گے۔یہ ایک بہت ہی فطری تجربہ ہے۔ پڑھنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ یہ جانتے ہیں کہ لکھنا ان کے نزدیک آسان عمل ہے۔ان کی تحریری صلاحیت ان کے سوالات میں بھی نظر آتی ہے۔کہانیاں بنانے اور لکھنے کی مہارت ان میں نظر آتی ہے۔

درج ذیل سوالات پر غور کیجیے :

1۔ کیا آپ ڈائری لکھتے ہیں یا لکھنے کی اشیا اپنے پاس رکھتے ہیں؟

2۔ کیا آپ کچھ مخصوص تجربات کو لکھنے کی خواہش رکھتے ہیں؟

3۔ کیا آپ روزمرہ کے دفتری کاموں کو کچھ الگ ڈھنگ سے لکھتے ہیں؟

4۔ کیا آپ کلاس کے بچوں کے لیے زبان سے متعلق سرگرمیاں تیار کرتے اور انھیں لکھتے ہیں؟

5۔ کیا آپ تختۂ سیاہ کا استعمال کرتے وقت کچھ نیا لکھنا چاہتے ہیں؟

استاد – ایک مبصر کی حیثیت سے

پڑھنے کا اندازۂ قدر کرنا پڑھنا سیکھنے کے عمل کا ایک حصہ ہے۔ استاد یہ جاننا چاہتا ہے کہ بچوں نے ایک کہانی یا کتاب کو کتنے بہتر طریقے سے پڑھا ہے۔ اس ضمن میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بچوں کے پڑھنے کی سطح جس کا بچوں کی کلاس میں مسلسل مشاہدے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دوسرا کتاب یا کہانی کا استاد کے ذریعے اندازۂ قدر۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ استاد خود اسے پڑھے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچے کسی کے سکھانے کے بجائے خود سیکھنا پسند کرتے ہیں۔ پڑھنے سے متعلق بچوں کا نظام الاوقات بھی الگ ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ کچھ بچے طے شدہ وقت سے پہلے یا بعد میں سیکھتے ہیں۔ اگر استاد کو اس بات کا علم ہے تو وہ اس کے لیے پریشان نہیں ہوں گے کہ بچے پڑھنا سیکھنے میں طے شدہ وقت سے زیادہ وقت صرف کر رہے ہیں۔

ایک استاد جو خود ایک قاری ہے بخوبی جانتا ہے کہ پڑھنے کے مؤثر مواد کی بچے کے اردگرد موجودگی بے حد ضروری ہے۔ بچے کے پڑھنے کی اشیا کے تئیں رجحان اور سمجھ ایک استاد کے لیے بہت ضروری ہے۔ ایک رنگ برنگی کتاب ہمیشہ ایک اچھی کتاب نہیں ہوتی۔ کتاب کا موضوع بامعنی اور بچے کے لیے دلچسپ ہونا چاہیے۔ استاد کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ تحریری اشیا میں معنی تلاش کرنا بچوں کے لیے ایک آسان ذہنی عمل ہے۔ استاد اپنے مطالعے کے تجربوں سے جانتے ہیں کہ ایک کہانی جس میں وہ خود کو ایک کردار کے طور پر شامل کر لیتے ہیں، کس قدر اطمینان بخش اور بامعنی ہوتی ہے۔ پڑھنے کی اشیا سے ایک خاموش گفتگو کرنا بچوں کی فطرت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بچوں کو پڑھنے کے لیے اچھی طرح سے تخلیق کی ہوئی اور بچوں کی زندگی سے متعلق کہانیاں، کتابیں دینا کتنا ضروری ہے۔

استاد اس ذخیرے کو ہمیشہ بڑھاتے رہتے ہیں، کہانیوں کی کتابیں خود بناتے ہیں، سناتے ہیں اور سنتے ہیں۔ کلاس کا واحد محور درسی کتاب بھی اس وقت غیر مؤثر ہو جاتی ہے جب استاد اس کا رشتہ موجودہ

صورت حال سے نہیں جوڑتے۔ اسے دلچسپ بنانا، اسے بچوں کے لیے ولولہ انگیز بنانا اساتذہ کی تخلیقی صلاحیت پر منحصر ہوتا ہے۔ انھیں ادب اطفال پر تبصرہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایسے تبصرے اپنی سمجھ کو پروان چڑھانے کے لیے بے حد ضروری ہیں۔

اساتذہ جانتے ہیں کہ پڑھنے کے دائرے کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے یا یوں کہیں کہ الگ الگ زبانیں بولنے والے اور مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے ننھے بچوں کو کس طرح پڑھنے کی اشیا سے منسلک کیا جا سکتا ہے۔ ایک کتاب سے ننھے قاری کی بہت ساری امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اپنی تہذیب اور زبان سے متعلق مواد حاصل ہونے پر انھیں اپنے پن کا احساس ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اساتذہ پڑھنے کے لیے ان کتابوں کا انتخاب کر سکتے ہیں جن میں کثیر لسانی اور متنوع ثقافت کی جھلکیاں موجود ہوں۔ گرودیو ربندر ناتھ ٹیگور کا کہنا تھا کہ جمالیاتی احساس کا تعارف مطالعے کی اچھی اشیا سے ہوتا ہے۔ ایک پڑھنے والا بچہ اپنے اندر جمالیاتی احساس کو چھپائے رہتا ہے اور ایک عمدہ پڑھنے کا مواد نہ صرف اسے اجاگر کرتا ہے بلکہ اسے وسعت بھی دیتا ہے۔ کتابوں کو پڑھنا اور اس کے نفس مضمون میں اپنی جگہ بنالینا پڑھنے کے عمل کا ایک خوبصورت پہلو ہے۔ یہ عمل قاری میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، اپنے وجود سے متعارف کراتا ہے اور دوسرے کے وجود کو سمجھنے کے لیے محرک اور معاون ہوتا ہے۔

پڑھنے کا ایک اور پہلو ہے — لطف

ایک تحقیقی مطالعہ کے دوران کچھ نوجوانوں اور اساتذہ سے معلوم کیا گیا کہ وہ لوگ کیوں پڑھتے ہیں؟ زیادہ تر لوگ جو کہانیاں یا ناول پڑھتے ہیں ان کا کہنا تھا کہ پڑھنے میں انھیں لطف کا احساس ہوتا ہے، مزہ آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ لطف اور مزہ آخر ہے کیا؟ یہ تو ذائقہ دار کھانا کھانے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ آخر ہے کیا پڑھنے کا لطف؟ ممکن ہے مصنف سی۔ ایس۔ لوئس کا ایک قول کسی حد تک ہمیں مطمئن کر سکے۔ اس کا کہنا ہے کہ ''جب میں کتابیں پڑھتا ہوں تو کئی کردار جیتا ہوں۔ میں ایک نہیں رہ جاتا بلکہ ہزار شخصیتوں میں خود کو دیکھتا ہوں۔'' ٹھیک ہی تو ہے، تنوع کے لطف کا احساس ہی تو پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک ''ریڈنگ ٹیچر'' اس پڑھنے کے لطف کو سمجھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کلاس

میں ایک ایسا ماحول آسانی سے تشکیل کرتا ہے جو قصے کہانیوں سے لبریز ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہی وہ کڑیاں ہیں جو ایک ننھے قاری کو پڑھنے کی دنیا سے جوڑتی ہیں۔ یہیں سے نکلتا ہے 'معنی' اور پڑھنے کا لطف۔ یہاں انتون چیخوف کی کہانی 'دی بیٹ' یاد آتی ہے جس کے ایک کردار کو شرط ہار جانے کی وجہ سے پندرہ سال تک گھر میں قید رہنا پڑا۔ اس کی محض ایک خواہش تھی کہ اسے پڑھنے کے لیے کتابیں ہمیشہ ملتی رہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ پندرہ برس تک وہ باہر کی دنیا کو نہیں دیکھ سکا کیوں کہ وہ ایک گھر میں قید تھا لیکن کتابوں نے اسے حقیقی دنیا جو اس کی پہنچ سے بہت دور تھی، اس کے قریب پہنچایا۔

اچھے قاری پڑھنے کے تسلسل کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ ایسی مہارت ہے جس کی نشو و نما عمر بھر جاری رہتی ہے۔ دراصل اس مہارت میں پختگی عمر کی پختگی کے ساتھ آتی ہے۔ جب قاری اپنی زندگی کے پس منظر سے ابھرے تجربات کو جمع کر کے۔ پڑھنے کی اشیا مثلاً ناول یا کہانی پر تبصرہ کرتے ہیں تو ان کا لطف اندوز ہونا عین فطری ہے۔ ہمارے اساتذہ اس تجربے سے ناآشنا نہ رہیں اس لیے انھیں پڑھنے کی خوراک سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

مصنفہ نٹالی بے بیٹ[1] کا کہنا ہے کہ ایک کتاب جب چھپ جاتی ہے تو گرگٹ کی مانند برتاؤ کرتی ہے۔ یعنی قاری اسے اپنی سمجھ اور تجربے کی بنیاد پر سمجھتے ہیں اور اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔ پڑھنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ نٹالی کے اس قول سے متفق ہوں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ کتاب کی صرف ایک تشریح ناممکن ہے۔ لیکن کیا اساتذہ پڑھنے کے اس پہلو کو اپنی کلاس میں آزماتے ہیں۔ کیا بچوں کو اپنی اپنی تشریحات بیان کرنے کی آزادی دیتے ہیں؟ بچوں کی دنیا میں داخل ہونے کا یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ایک استاد کے لیے سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ بچوں کے دل کی کیفیت کو سمجھے۔ 'ریڈنگ ٹیچر' کبھی نہیں چاہے گا کہ بچے اس کی نظر سے دنیا کو دیکھیں۔

یہ بات تقریباً طے ہے کہ ہم صرف ضرورت کے لیے ہی نہیں پڑھتے ہیں۔ پڑھنا ہماری عادت اور تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ اساتذہ سے سماج کو توقعات زیادہ ہوتی ہیں۔ کئی مرتبہ تو استاد اور پڑھنا ہم

---

[1] بے بیٹ، این۔ (1991) ہاؤس بکس ڈانٹ آلویز مین وھاٹ دی رائٹرس انٹنڈ ڈ، چلڈرنس لٹریچر ان ایجوکیشن۔

معنی لفظ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں نفسیاتی لسانیات کے ماہر فرینک اسمتھ [2] کی رائے مناسب معلوم ہوتی ہے کہ پڑھنے میں دلچسپی رکھنے والے افراد (ہماری مراد اساتذہ) ایک ریڈنگ کلب کے اراکین کی مانند ہوتے ہیں جن کے لیے کتابیں پڑھنا، ٹائم ٹیبل میں اہم مقام رکھتا ہے۔کلب کے تمام اراکین کتابیں خریدتے ہیں، ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ پڑھنے کا ایک خاص شوق رکھتے ہیں۔ پڑھنے کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔کلب کے اراکین میں کتابوں پر گفتگو کرنے کی بے چینی قائم رہتی ہے۔ مصروفیات کے باجود وہ پڑھنے کے لیے وقت نکال ہی لیتے ہیں۔

[2] اسمتھ، ایف – (1988)، جوائننگ دی لٹریسی کلب۔

پڑھنا سیکھنے کو ممکن بنانے کے بارہ آسان نسخے

پڑھنا کیسے سکھایا جائے میں نے اس موضوع پر بارہ 'اصولی باتیں' جمع کی ہیں۔ درج ذیل جدول میں دی گئی فہرست فریم کرا کر لٹکائی جا سکتی ہے:

اساتذہ کے لیے پڑھنا سیکھنے کو ممکن بنانے کے بارہ اصول

1۔ پڑھنے کے اصولوں پر جلد قابو پانے کا مقصد سامنے رکھیے۔

2۔ یہ یقینی بنائیں کہ آوازوں کے ذریعے سیکھ کر ان پر عمل کیا جائے۔

3۔ ایک دفعہ میں ایک ہی حرف یا لفظ سکھائیں تاکہ نیا حرف یا لفظ سیکھنے سے پہلے یہ صحیح طریقے سے سیکھ لیا گیا ہو۔

4۔ اندازہ کی حوصلہ شکنی کیجیے؛ بچوں پر احتیاط کے ساتھ پڑھنے کا دباؤ ڈالیے۔

5۔ لفظ بہ لفظ پڑھنے کو خاص مقصد بنایئے۔

6۔ بالکل صحیح پڑھنے کی توقع رکھیے۔

7۔ فوراً ٹوک دیجیے۔

8۔ آنکھوں کی غیر مناسب رفتار کو پکڑ کر ٹھیک کیجیے۔

9۔ مسائل سے دوچار بچوں کی جلد از جلد شناخت کر کے ان پر دھیان دیجیے۔

10۔ یہ یقینی بنایئے کہ بچے پڑھنے کی اہمیت اور پیچھے رہ جانے کی سنجیدگی کو سمجھیں۔

11۔ ہدایت دیتے وقت ہجے اور تحریری اظہار کی اصلاح کا موقع مت گنوایے۔ اس کے علاوہ بولنے میں نہایت عمدہ زبان کے استعمال پر زور دیجیے۔

12۔ اگر آپ جو طریقہ اختیار کر رہے ہیں وہ غیر اطمینان بخش ہے تو دوسرا طریقہ آزمایے۔ ہمیشہ نئی اشیا اور نئی تکنیک کی تلاش میں رہیے۔

ان طریقوں کو دھیان سے پڑھ کر غور کرنا ضروری ہے کہ پڑھنا کس طرح سکھایا جائے؟ سوچیے کہ کیا آپ بھی ان اساتذہ میں سے ایک ہیں جو ان اصولوں پر حرف بہ حرف عمل کرتے ہیں؟ یا اس سے ہٹ کر کچھ ایسے اقدام کرتے ہیں جس سے بچوں کے لیے پڑھنا خوش گوار اور پر لطف عمل بن سکے۔

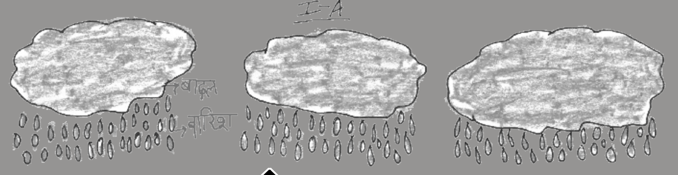

پڑھنے کی فہم...

اساتذہ سے گفتگو

تربیتی کتابچہ

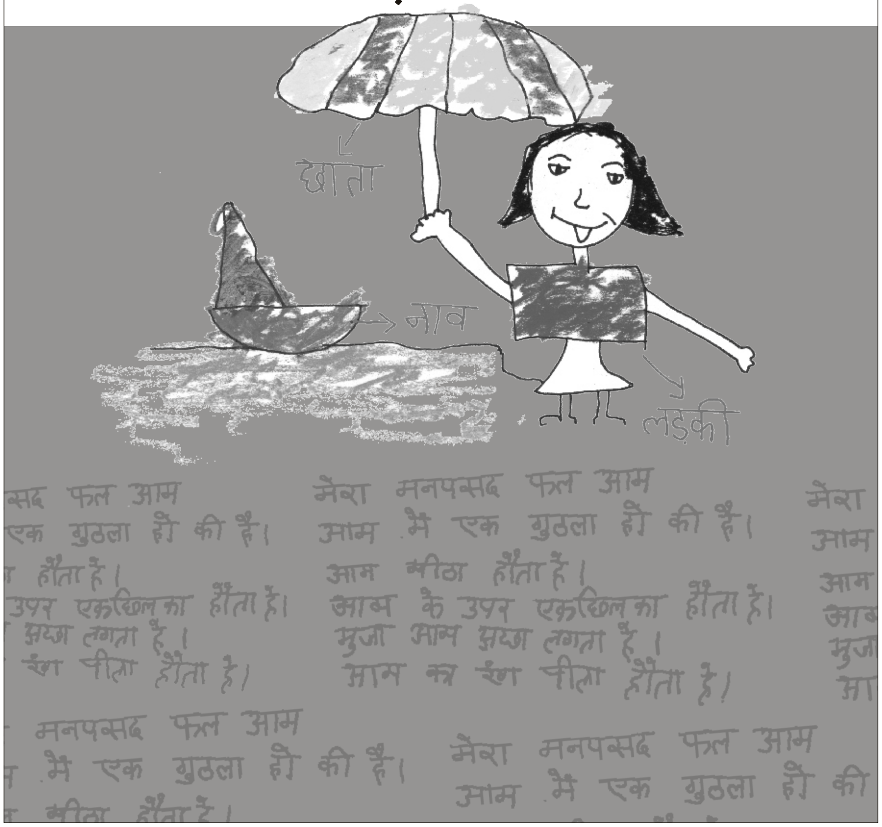

◈ ◈ ◈

”جب میں پڑھتا ہوں، تب دنیا کو سمجھ رہا ہوتا ہوں اور جب دنیا کو سمجھ رہا ہوتا ہوں تو خود کو بھی سمجھ رہا ہوتا ہوں۔“

پاؤلے فریرے

آپ سے گفتگو

تربیت ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہماری فکر میں نئے پہلوؤں کو جوڑتا ہے، نئی راہیں کھولتا ہے تاکہ ہم اپنے کام کو مزید بہتر اور اطمینان بخش بنا سکیں۔ پڑھنے کی فہم، سے متعلق تربیت انھیں وجوہات کی بنا پر ضروری تسلیم کی گئی ہے۔ یہ فکر کا موضوع ہے کہ دنیا بھر میں پڑھنے کے بارے میں کی گئی تحقیقات اور نئے طریقوں سے ہم بڑی حد تک دور رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جی توڑ کوششوں کے بعد بھی ہمارے بچے ناکامی کا بوجھ لے کر اسکولوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسکولوں میں اکثر و بیشتر آپ نے دیکھا ہوگا اور بہت سارے والدین کے اس درد کو محسوس بھی کیا ہوگا کہ پانچویں، چھٹی تک پہنچنے کے باوجود ان کے بچے پڑھنے لکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے بیشتر اسکولوں میں پڑھنا اور لکھنا ایک بے معنی، تھکا دینے والا اور مشینی عمل بن کر رہ گیا ہے۔ اس تربیتی پروگرام میں ہمیں پڑھنے کی ایسی سمجھ قائم کرنی ہے جس کے ذریعے ہم بچوں کے لیے پڑھنے کے سلسلے کو آسان، آرام دہ اور بامعنی عمل بنا سکیں۔

پڑھنے کے انھیں مختلف پہلوؤں پر ہدایت نامہ 'پڑھنے کی فہم' کے ابواب میں گہرائی سے غور و فکر کی گئی ہے۔ دراصل پڑھنا ہے کیا – اسے خود سمجھنے اور اپنے ساتھی اساتذہ تک پہنچانے کے لیے بعض نکات اور سرگرمیاں تیار کر کے ایک تربیتی کتابچے کا تصور کیا گیا ہے۔ تربیتی کتابچے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ سرگرمیوں میں کلاس کا ماحول برابر موجود رہے۔ ہمارے لیے یہ بات بھی فکر کا باعث رہی ہے کہ اساتذہ کے ذاتی مطالعہ، غور و فکر، تجزیے اور مباحثے کے معاملے کہیں پیچھے نہ چھوٹ جائیں۔ اس لیے سرگرمیوں میں ان پر خاص زور دیا گیا ہے۔ پڑھنے اور غور و فکر کے لیے اہم مضامین کا انتخاب کیا گیا

ہے۔سرگرمیوں میں ان مضامین کو پڑھنا، ان کا تجزیہ کرکے ان پر بحث ومباحثہ کرنا اور انھیں ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی کلاس کے ماحول کے مطابق اپنے منصوبے خود تیار کرنا اہم ہے۔سہولت کے لیے تمام تحریروں کو تربیتی کتابچہ میں شامل کیا گیا ہے۔تمام موضوعات کو تربیتی پروگرام کے تین دنوں کے عرصے میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس تربیتی کتابچے میں 6 ابواب ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے —

1۔ پڑھنا ہے سمجھنا
2۔ کلاس روم میں بچوں کا ادب
3۔ بچوں کو کہانی سنانا
4۔ پڑھنے کا ماحول
5۔ اندازۂ قدر
6۔ پہلی اور دوسری جماعت کے لیے ذاتی مطالعہ کی کتابوں کی تدریجی سیریز

ہر سبق کے پہلے صفحے پر باب کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو تربیت کاروں کے لیے خود کو منظم رکھنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے۔خلاصے کے صفحے پر نفس مضمون کے اہم نکات، پڑھنے کی معاون اشیا، تحریریں، سرگرمیاں اور اجلاس کی ممکنہ نتائج کے اشارے دیے گئے ہیں۔

خلاصے کے صفحے کے بعد ہر نفس مضمون کو مختلف اجلاس میں بانٹا گیا ہے۔ ہر اجلاس میں کس نوعیت کی سرگرمیاں منعقد کرائی جاسکتی ہیں اس کے اشارے دیے گئے ہیں۔ہمیں یقین ہے کہ یہ اشارے تربیت کاروں کو اپنی تدابیر طے کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔سرگرمی، پڑھنا اور غور وفکر کے بعد اساتذہ کے ساتھ عملی گفتگو ضروری ہے تبھی پڑھنے کی معنویت قائم ہو پاسکے گی۔

بعض سرگرمیوں میں سوالات کو شامل کیا گیا ہے تاکہ اساتذہ کی حصہ داری کو تربیت میں یقینی بنایا جائے۔ساتھ ہی یہ سوالات کلاس کے پس منظر کو سمجھنے میں بھی مدد کریں گے۔

منصوبہ سازی گروپ میں بھی ممکن ہے اور تنہا بھی۔ جہاں گروپ میں ہے وہاں اشارے درج کیے

گئے ہیں۔منصوبے کی پیش کش بھی ضروری ہو۔اس سے اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا اطمینان تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی اپنی فکر کا مثبت تجزیہ بھی ممکن ہو جاتا ہے۔آپ اپنی تدابیر کو خود پرکھنے کے ساتھ دوسروں کے نقطۂ نظر سے بھی جانچ سکتے ہیں۔اس طرح منصوبہ کی عملی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اجلاس میں استعمال کے لیے پڑھنے کی جن اشیا کا ذکر کیا گیا ہے وہ تمام مضامین، کہانیاں انھیں ابواب کے ساتھ شامل ہیں۔تربیت کاروں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اجلاس کے پہلے تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے حسب ضرورت ان کی نقل بنوالیں۔

یہ توقع کی جاتی ہے کہ تمام تربیت کار 'پڑھنے کی فہم' کتابچے کو غور سے پڑھیں گے اور تربیت کے دوران جہاں ضرورت ہو اس کا پورا استعمال کریں گے۔ساتھ ہی اس سیاق کا مسلسل خیال رکھیں گے۔ بچوں میں سمجھ کر پڑھنے کی مہارت کی نشو و نما میں کتابچہ اور یہ تربیتی کتاب ایک مضبوط بنیاد فراہم کرے گی اس کا ہمیں یقین ہے۔

باب 1 : پڑھنا ہے سمجھنا

موضوع : ایک استاد کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ 'پڑھنا ہے کیا؟' کیوں کہ پڑھنا سکھانے کی ہماری فہم ہی کلاس میں ہمارے پڑھانے کے طریقے کو طے کرے گی۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم پڑھنے کے عمل کو سمجھیں اور اس دوران استعمال کیے جانے والی ذیلی مہارتوں کو جانیں، تبھی ہم اپنے طریقۂ کار کا تجزیہ کر پائیں گے۔ جب ہم پڑھنے کے عمل کو سمجھ کر اس کے مطابق طریقۂ تدریس کو اختیار کریں گے تبھی ہم بچوں کو ایک اچھا قاری بنا پائیں گے۔

اہم نکات :

1۔ پڑھنا کیا ہے — حروف جوڑ کر پڑھنا یا سمجھ کر پڑھنا؟
2۔ پڑھنے کے عمل میں کئی ذیلی مہارتیں شامل ہیں۔
3۔ ایک اچھا قاری کون ہے؟

پڑھنے کی اشیا :

1۔ 'پڑھنا سکھانے کی شروعات' — مضمون ('کیسے پڑھائیں رم جھم - اساتذہ کے لیے ہدایات نامہ' سے)
2۔ پڑھنا کیا ہے — مضمون

سرگرمیاں

(i) تحریروں کو پڑھنا

(ii) تجزیہ

(iii) غوروفکراور بحث

(iv) منصوبہ بندی

اجلاس کے ممکنہ نتائج :

(i) پڑھنا کیا ہے؟ اس عمل کو سمجھنا۔

(ii) پڑھنے کے عمل میں شامل ذیلی مہارتوں کو سمجھنا۔

(iii) پڑھنا ایک معنی نکالنے کا عمل ہے، اسے سمجھنا۔

(iv) پڑھنے کے عمل کے تئیں نظریے میں تبدیلی۔

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : پڑھنا کیا ہے؟

وقت : 3 گھنٹے

سرگرمی نمبر	**اہم نکتہ I :** **’پڑھنا کیا ہے‘**	**وقت**	**اشیا**
سرگرمی I	پڑھنا اور گفتگو	15 منٹ	—
سرگرمی II	گفتگو اور سوالات	15 منٹ	—
سرگرمی III	پڑھنا اور سوالات	15 منٹ	—

سرگرمی نمبر	**اہم نکتہ II :** **پڑھنے کے عمل میں کئی ذیلی مہارتیں شامل ہیں**	**وقت**	**اشیا**
سرگرمی I	پڑھنا اور غور وفکر	30 منٹ	1۔ پڑھنا سکھانے کی شروعات– مضمون 2۔ پڑھنا کیا ہے– مضمون
سرگرمی II	سوالات کا تجزیہ	15 منٹ	—
سرگرمی III	منصوبہ سازی، پیش کش اور مباحثہ	60 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ	وقت	اشیا
سرگرمی I	'اچھا قاری کون' بحث اور تحریر	20 منٹ	—

شرکا کی آرا	10 منٹ

موضوع : پڑھنا ہے سمجھنا

اہم نکتہ I : پڑھنا کیا ہے؟

سرگرمی I : پڑھنا اور گفتگو

نیچے لکھے جملے کو بورڈ پر لکھیے اور شرکا سے پڑھنے کے لیے کہیے

जक सलली मर्य कोरच थे इफ़ना।

سوال 1 : کیا آپ نے اوپر لکھے جملے کو پڑھ لیا؟

سوال 2 : کیا اسے پڑھنے میں 'سمجھنا' بھی شامل تھا؟

سوال 3 : اگر نہیں، تو پڑھنا آپ کی نظر میں کیا ہے؟ اس پر گفتگو کیجیے۔

سرگرمی II : گفتگو اور سوالات

سوال 1 : پڑھنا سکھاتے وقت آپ درج ذیل نکات سے کیا کیا سکھاتے ہیں؟ (ان نکات کو شرکا کے پڑھنے کے لیے ترتیب وار بورڈ پر لکھ دیجیے)۔ حروف کی شناخت، حروف کی آواز، جوڑ، رسم الخط، اعراب، بارہ کھڑی، سیاق کی مدد سے اندازہ لگانا، جملوں کی تحلیل سے معنی سمجھنا، کئی تدابیر کا استعمال، تصویر کو غور سے دیکھنا، پڑھنے سے پہلے پڑھنے کی اشیا کے بارے میں بات چیت کرنا۔

سوال 2 : ان میں سب سے زیادہ کون کون سی چیزیں مرکز میں رہتی ہیں؟ تین نام لکھیے۔

(i) ________________________

(ii) ________________________

(iii) ________________________

سرگرمی III : پڑھنا اور سوالات

اب نیچے لکھے اقتباسات کو پڑھیے اور پڑھنے کے بعد اپنے ردِعمل کو ظاہر کیجیے (اس صفحے کی فوٹو کاپی کرا کر شرکا میں پڑھنے کے لیے تقسیم کیجیے)۔

(i) کہانیوں، نظموں اور تصاویر وغیرہ سے متعلق سرگرمیوں سے ہر ایک بچے کے لیے ایک لفظ یا جملہ منتخب کریں۔ اسے بچے کی کاپی یا ایک کاغذ پر لکھیں۔ یہ ضروری ہے کہ لفظ یا جملہ اس کہانی یا تصویر سے تعلق رکھتا ہو جس کے سیاق میں بات چیت ہوئی تھی۔ تبھی بچوں کے لیے اس کے کوئی معنی ہوں گے۔ آپ نے ہر بچے کے لیے جو منتخب کیا ہے اسے سنائیں۔ پھر بچوں سے کہیں کہ وہ آپ کی کہی ہوئی بات کو نیچے یا اسی پر لکھیں۔

(ii) کہانیوں، نظموں اور تصویروں وغیرہ سے متعلق سرگرمیوں سے شروع ہوئی بات چیت سے ہر بچے کے لیے ایک لفظ یا جملہ منتخب کیجیے اور اسے بچے کی کاپی پر یا ایک کاغذ پر صاف صاف لکھ دیجیے۔ یہ ضروری ہے کہ لفظ یا جملہ اس کہانی یا تصویر کی عکاسی کرتا ہو جس کے بارے میں گفتگو کی گئی تھی۔ تبھی اس سے بچوں کے لیے کوئی فوری طور پر حاصل ہونے والے معنی نکلیں گی۔ آپ نے ہر بچے کے لیے جو لکھا ہے اسے پڑھ کر سنائیں، پھر بچے سے کہیں وہ آپ کی تحریر کو نیچے اتارے یا اسی پر لکھے۔

(iii) کہانیوں، نظموں اور تصویروں وغیرہ سے متعلق سرگرمیوں سے شروع ہوئی بات چیت سے ہر بچے کے لیے ایک لفظ یا جملہ منتخب کیجیے اور اسے بچے کی کاپی پر یا ایک کاغذ پر صاف صاف لکھ دیجیے۔ یہ ضروری ہے کہ لفظ یا جملہ اس کہانی یا تصویر کی عکاسی کرتا ہو جس کے بارے میں گفتگو کی

گئی تھی۔ تبھی بچوں کے لیے اس کے کوئی سیاقی معنی ہوں گے۔ آپ نے ہر بچے کے لیے جو لکھا ہے اسے پڑھ کر سنائیں پھر بچے سے کہیں وہ آپ کی تحریر کو نیچے اتارے یا اسی پر لکھے۔

اب سرگرمی 1 کے سوال 1 اور 2 پر از سرِنو غور کیجیے اور بتائیے کہ 'پڑھنا سکھاتے وقت سب سے زیادہ مرکز میں کون کون سی تین چیزیں ہوتی ہیں؟'

خاص نکتہ 2 : پڑھنا واحد سرگرمی نہیں، اس میں کئی ذیلی مہارتیں شامل ہوتی ہیں

سرگرمی I : پڑھنا اور غور و فکر کرنا

شرکا کو مضامین 'پڑھنا سکھانے کی شروعات' اور 'پڑھنا کیا ہے' پڑھنے کے لیے دیجیے۔ شرکا پڑھتے وقت درج ذیل سوالات کو دھیان میں رکھیں۔

سوال 1 : پڑھتے وقت زبان کے کن پہلوؤں کو ہم دھیان میں رکھتے ہیں؟

سوال 2 : پڑھتے وقت 'اندازہ لگانا' کس طرح معاون ہوتا ہے؟

سرگرمی II : سوالات کا تجزیہ

مندرجہ ذیل مثال پر غور کیجیے :

کتاب میں ایک جملہ لکھا تھا۔ 'وہ دوڑ کر بس میں چڑھ گیا۔'

کلاس کے دو بچوں نے جملے کو اس طرح پڑھا۔

پہلا بچہ : (رک رک کر اور جوڑ کر پڑھتے ہوئے)

''وہ د-و-ڑ-کر بس میں چ-ڑھ-گیا۔''

دوسرا بچہ : وہ بھاگ کر بس میں چڑھ گیا۔

سوال 1: کن معنوں میں دونوں بچوں کا پڑھنا مختلف ہے؟

سرگرمی III : منصوبہ سازی اور پیش کش

پہلا مرحلہ : منصوبہ سازی

شرکا کے لیے ہدایات:

- سبھی گروپ درسی کتاب سے کوئی نظم منتخب کرلیں (نظم کا انتخاب درجہ 1 کے طلبا کی سطح کو دھیان میں رکھ کریں)
- کلاس روم میں نظم کا استعمال کن طریقوں سے کریں کہ بچے اندازہ لگا کر پڑھنے کی جانب متوجہ ہوں، اس کے لیے ایک منصوبہ تیار کیجیے۔

دوسرا مرحلہ : پیش کش اور مباحثہ

تمام گروپ کی اپنی اپنی پیش کش ہو اور پھر ان پر مباحثہ کیا جائے۔

خاص نکتہ 3 : اچھا قاری کون

سرگرمی : مباحثہ اور تحریر

اب تک منعقد کیے گیے اجلاس کی بنیاد پر شرکا غور کریں کہ ایک اچھا قاری کسے کہا جا سکتا ہے؟ اس کے بعد اپنے خیالات کو تحریری شکل دیں گے۔

پڑھنا سکھانے کی شروعات

پہلی جماعت کے اساتذہ کا یہ خیال پختہ ہو چکا ہے کہ پڑھنا سکھانے کی ابتدا حروف کی شناخت سے کی جانی چاہیے۔ اسی خیال کی روشنی میں وہ پہلی جماعت کی کتاب **رم جھم*** میں شروع سے ہی اعراب والے الفاظ دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ جب بچہ حروف کو ہی نہیں پہچانتا تو اعراب والے الفاظ کو کیسے پڑھے گا۔

ظاہر ہے کہ پڑھنے کے بارے میں مقبول عام روایتی تصور اور اس پر قائم تدریسی طریقہ **رم جھم** کی بنیاد نہیں ہے۔ **رم جھم** کا تصور یہ ہے کہ پڑھنا سکھانے کا مقصد بچوں کو ایک پر تجسس اور مستقل قاری بنانا ہے۔ حروف شناسی سے شروع ہونے والا تدریسی طریقہ کار زیادہ تر بچوں کو خواندہ تو بنا دیتا ہے لیکن تجسس سے بھرپور قاری نہیں بنا پاتا۔ ایسا کیوں ہے؟ شاید اس لیے کہ روایتی طریقے میں حروف شناسی بامعنی اور دلچسپ طریقے سے نہیں کرائی جاتی۔ ہر حرف کی شکل اور آواز کو بچے کے ذہن میں نقش کرانے کے لیے روایتی طریقے سے پڑھانے والے اساتذہ کو بہت وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے۔ حروف تہجی اور 'بارہ کھڑی' کو پورا کرتے کرتے کئی ماہ گزر جاتے ہیں۔ ان مہینوں میں بچے جس طرح کی قواعد سے گزر رہے ہوتے ہیں وہ انھیں تھکا دیتی ہے۔ بالآخر وہ خواندہ تو ہو جاتے ہیں لیکن اپنی اسکولی زندگی کو کسی بامعنی خوشی سے منسلک کرنے کی اہلیت کھو دیتے ہیں۔

ہم بچوں کو اس طرح کے انجام سے بچا سکتے ہیں بشرطیکہ ہم انھیں پڑھنا سکھانے کی شروعات بامعنی الفاظ اور دلچسپ سیاق سے کریں۔ سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا سکھانے کے عمل کی فطری شروعات بچے ذہنی تصویر بنا کر کرتے ہیں۔ اگر آپ ایک بچے کو چوہے کی تصویر اور تصویر کے نیچے لکھا لفظ 'چوہا' دکھائیں تو وہ چار مرتبہ ایسا کرنے کے بعد ایک کورے کاغذ پر الگ سے یعنی کسی تصویر کے

---

* این سی ای آر ٹی کی ہندی کی درسی کتاب، پہلی جماعت کے لیے۔

بغیر لکھا گیا چوہا لفظ پہچان لے گا۔ بھلے ہی وہ च اور ह جیسے حروف اور ان پر لگے اعراب نہ پہچانتا ہو۔ یہ کوئی جادو نہیں ہے، بچہ کی فطری صلاحیت ہے جس کی بنیاد پر پڑھنا سکھانے کے متبادل طریقۂ تدریس کی نشو ونما ہوئی ہے۔ اس طریقے میں روز بچے کی فطری دلچسپی کا پس منظر جملوں یا الفاظ پر ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ جب بچے ساتھ دی گئیں تصاویر یا اساتذہ کے ساتھ بات چیت کی مدد سے الفاظ پہچاننے لگتے ہیں تب ان الفاظ میں آئے حروف کی جانب ان کی توجہ دلائی جاتی ہے۔ ان الفاظ میں اعراب کی موجودگی کوئی رکاوٹ نہیں مانی جاتی۔ اعراب کو بھی بچے اپنی تجسس بھری نظر سے خود پہچاننے لگتے ہیں۔ اس طریقے میں استاد کا ہمدردانہ رویہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اساتذہ پڑھنا سکھانے کے لیے طرح طرح کے طریقے استعمال کرتے ہیں جیسے فلیش کارڈ، چارٹ، لکڑی کے حروف وغیرہ۔ بہتر تو یہی ہے کہ پڑھنے کی شروعات کتابوں سے کی جائے۔ بچوں میں پڑھنا سیکھنے کی زبردست اور مستحکم خواہش کتابوں کے ذریعہ ہی بیدار کی جاسکتی ہے۔

پڑھنا یک طرفہ عمل نہیں ہے بلکہ اس میں کئی سرگرمیاں شامل ہیں۔ پڑھتے وقت زبان کے استعمال سے متعلق تین قسم کے اشارے سامنے آتے ہیں—

- حروف کی شکلیں اور ان کی آوازیں
- جملے کی تحلیل
- الفاظ کے معنی

پڑھنے کی کلید **اندازہ** لگانے کی مہارت ہے۔ اس مہارت کے تجزیے میں کہانی اور نظمیں حیرت انگیز طور پر مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ پابندی سے انھیں سننے سے بچے زبان کی بنیادی ہیئتیں قبول کر لیتے ہیں۔

'رم جھم' میں بچوں کے لیے دلچسپ کہانیاں اور نظمیں دی گئی ہیں۔ بچوں کو چاروں طرف دائرے میں بٹھائیے اور کتاب درمیان میں رکھ کر انھیں سنائیے۔

کہانیوں کو آواز کے اتار چڑھاؤ اور جسمانی حرکات کے ساتھ بچوں کو سنائیے تاکہ وہ کہانی میں گم ہو جائیں۔ ہمارے ملک میں کہانیوں کی شاندار روایت موجود ہے۔ کتاب میں شامل کہانیوں کے علاوہ

روایتی کہانیاں جیسے پنچ تنتر، جاتک کتھائیں، وکرمادتیہ کی کہانیاں وغیرہ اور الگ الگ ملکوں اور علاقوں کی لوک کہانیوں کو بھی بچوں کو سنایئے۔ کہانی سنتے وقت بچے اندازہ لگاتے ہیں کہ آگے کیا ممکن ہے۔ اندازہ کا صحیح ثابت ہونا بچوں میں خوشی کا باعث تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی ان کا اعتماد بھی بڑھتا ہے۔ یہی اعتماد پڑھنے کی صلاحیت کی نشو ونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کہانی سنتے وقت ننھے بچے، جو ابھی خواندہ نہیں ہوئے ہیں اپنی حقیقی دنیا سے دور کہیں تصوراتی دنیا قائم کر لیتے ہیں۔ اس لیے بچوں کو روزانہ کہانیاں سنائیں۔ پہلے سے سنی ہوئی کہانی اور نظم بچے انداز لگاتے لگاتے پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ وہ جلدی پڑھ بھی لیتے ہیں۔ حروف، الفاظ اور جملے کی شناخت آسان ہو جاتی ہے۔ دراصل پڑھنا سیکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ بچے وہی پڑھیں جو ان کے لیے بامعنی ہو۔ کہانی بچوں کے لیے ایک بامعنی دنیا تشکیل کرتی ہے۔

زبان سیکھنے کے وسیلے کے طور پر نظم خاص طور پر مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نظم کو یاد رکھنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ اسے یاد رکھنے کے لیے بچوں کو خاص کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ بار بار سننے، مزہ لینے اور دہرانے سے نظم خود بخود یاد ہو جاتی ہے۔ نظموں کو گا کر سنائیں اور بچے ساتھ میں گائیں۔ بعد میں جب وہ اسے کتاب میں پڑھیں گے تو الفاظ کا بآسانی اندازہ لگا لیں گے۔ کتاب میں دی گئی تخلیقات کے علاوہ دیگر تخلیقات بھی بچوں کو سنائیں۔ استاد کے لیے ضروری ہے کہ اچھی کہانی اور نظم کا انتخاب کرے۔ ایسی تخلیقات جن کی اہمیت زبان کی نشو ونما کے طور پر ہو، جن کے جملوں کی تشکیل اور لفظیات بناوٹی نہ ہوں۔ جن میں روزمرہ کی زبان کا پُٹ موجود ہو۔

پڑھنا سکھانے کے لیے سب سے اچھی اشیا اساتذہ ہی تیار کر سکتے ہیں اس کے لیے دلچسپ کہانیوں، نظموں، گیتوں کا مجموعہ بھی تیار کر سکتے ہیں۔ پڑھنے میں بچے کی دلچسپی استاد ہی پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں استاد کا ہمدردانہ رویہ اور پڑھنے کی مہارت کی نشو ونما کے لیے منتخب کی گئی اشیا کا استعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ بچے کا پڑھنا سیکھنے کے بعد اپنی اس نئی صلاحیت کو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب بھی استاد کو دینا ہوگی تبھی پڑھنا بچے کی شخصیت کی ہمہ جہت تشکیل کا حصہ بن سکتا ہے۔

اس طرح دلچسپ کہانیوں، نظموں اور تصویروں کے بارے میں بچوں سے بات چیت کر کے ان کے اندر پڑھنے کی خواہش پیدا کر کے انھیں پڑھنا سکھایا جا سکتا ہے۔ جب بچہ اپنی زندگی اور آس پاس کی چیزوں کے بارے میں خود اعتمادی کے ساتھ باتیں کرنے لگے تو سمجھیے کہ وہ لکھنا سیکھنے کے لیے تیار ہے۔ بچے کو جو کہانی، نظم سنائی گئی اور جو تصویریں دکھائی گئیں ان سرگرمیوں کے نتیجے سے بھی بچوں کے ساتھ گفتگو کا ایک لفظ یا جملہ منتخب کریں اور اسے بچے کی کاپی پر صاف صاف لکھ دیں۔ پھر اسے پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد بچے سے کہیں کہ وہ آپ کی تحریر کو نقل کرے۔ روز جب آپ بچے کو ایک نیا لفظ یا جملہ لکھ کر دیں تو پچھلی اشیا ضرور دہرائیں۔ بچے سے کہیں کہ پچھلے الفاظ یا جملوں کو پڑھ کر سنائے اور جب اسے دشواری ہو تو آپ پڑھ کر سنایئے۔ ساتھ ہی جب روز نیا لفظ لکھنے اور پرانا جملہ سننے کے لیے بچے کے پاس بیٹھیں تو جملوں کو تھوڑی وسعت دیں، ان کے بارے میں بات چیت کرنا نہ بھولیں۔ آپ جب بچے کی لکھائی روز دیکھیں گے تو محسوس کریں گے کہ الگ الگ حروف میں اسے ایک طرح کی دشواری نہیں ہوتی۔ کچھ حروف زیادہ مشق کا تقاضا کرتے ہیں اور ان کی مشق جتنی مرتبہ چاہیں کرائی جا سکتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو بھی زبان آپ سکھا رہے ہیں اس کی حروف تہجی کے ہر حرف کو لکھنے اور پہچاننے میں بچہ کے اندر پختگی آجائے۔

لیکن پڑھنے لکھنے میں پختگی حاصل کرنے میں بچوں کو وقت لگے گا۔ آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ کچھ بچے درجہ 1 کے آخر تک تو بعض درجہ 2 میں اچھی طرح پڑھنا سیکھ لیں گے۔ اگر کوئی بچہ آپ کی بار بار کوششوں کے باوجود امید کے مطابق نہیں پڑھ پا رہا ہے تو مایوس نہ ہوں۔ نہ ہی بچے کو کم عقل سمجھنے کی غلطی کریں۔ ہر بچے کی سیکھنے کی اپنی رفتار ہوتی ہے۔ آپ مثبت رویہ اختیار کریں اور بچے کی حوصلہ افزائی کر کے اس رفتار میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

ایک اور طریقے سے آپ متوقع نتائج کی امید کر سکتے ہیں۔ جب کبھی موقع ملے بچوں کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بانٹ کر کام کرایئے۔ جب چھوٹے گروپ میں بچے بات چیت کرتے ہیں، پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں تب وہ بغیر کسی خوف یا جھجھک کے ایک دوسرے سے بے شمار باتیں سیکھ لیتے

ہیں۔لیکن یہاں آپ اپنے کردار کو کم کر کے نہ دیکھیں۔گروپوں میں کام کراتے وقت آپ کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔آپ کو ہر گروپ پر نظر رکھنی ہوتی ہے کہ وہ صحیح سمت میں کام کر رہے ہیں یا نہیں۔ ساتھ ہی آپ کو یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوتا ہے کہ آپ کی حیثیت ایک دوست کی رہے، محض ہدایت دینے والے استاد یا استانی کی نہیں۔آپ بچے کے دوست بن کر ہی اس کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔

'پڑھنا' کیا ہے؟

جو لوگ پڑھ نہیں سکتے ہیں ان کے لیے پڑھنا ایک پہیلی ہے۔ تیس برس پہلے ماہرین کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جب بچہ پڑھنا سیکھتا ہے تو وہ دراصل کرتا کیا ہے؟ اپنے تجربے اور روایت کی بنیاد پر اساتذہ نے بعض طریقے اختیار کر رکھے تھے جیسے حروف تہجی کا طریقہ، تلفظ کا طریقہ، لفظ مرکوز طریقہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی طریقہ پڑھنے کے عمل کی معلومات کی بنیاد پر قائم نہیں تھا۔ یہ طریقے آج بھی مقبول ہیں۔

اب یہ مانا جاتا ہے کہ پڑھنے کے عمل میں چھپی ہوئی اطلاع کا پیش نامہ (بانگی) قبول کرنا اہمیت رکھتا ہے۔ ہماری آنکھیں جب حروف، رموز اوقاف، الفاظ اور الفاظ کے درمیان چھوڑی گئی جگہوں کا معائنہ کرتی ہیں تو ہمارا دماغ اس گرافک (ہاتھ سے لکھی یا چھپی ہوئی) اشیا کے کل ذخیرے پر مرکوز نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو چھوٹی چھوٹی اطلاع پر غور کرنے کی دماغ کی صلاحیت پر زیادہ سے زیادہ بوجھ پڑتا اور زیادہ تر لوگ جس رفتار سے پڑھتے ہیں وہ ناممکن ہو جاتی۔ روایتی طریقوں سے پڑھنا سیکھنے والے کئی بچوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ وہ ہر لفظ کو حروف کی چھوٹی اکائیوں میں توڑتے ہیں اور اس طرح الفاظ کے معنی حاصل کرنے کی دماغ کی صلاحیت پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ ایک اچھے قاری کی آنکھیں اس طرح کا بوجھ نہیں پڑنے دیتی ہیں کیونکہ وہ صفحات پر دی گئی گرافک اطلاعات کے ایک محدود اور منتخب حصے سے جوجھتی ہیں۔ ایک اچھا قاری حرف کی پوری شکل پر دھیان نہیں دیتا، نہ ہی وہ لفظ کے تمام حروف یا ایک جملے کے تمام الفاظ پر دھیان دیتا ہے۔ پڑھتے وقت اس کی آنکھیں دیے گئے مواد کے ایک چھوٹے حصے پر ہی غور کرتی ہیں۔ بقیہ حصہ وہ سمجھ اور اندازے کے ذریعے قبول کرتا ہے۔ اندازہ لگانے کی بنیاد ہوتی ہے حروف کی شکلیں، لفظ، ان کے معنی، ان کی ترتیب اور عام دنیا سے قاری کا پہلے سے موجود تعارف۔

پڑھنا ایک انفرادی عمل نہیں ہے، اس میں کئی ذیلی سرگرمیاں شامل ہیں۔ پڑھتے وقت زبان کے

استعمال سے وابستہ تین طرح کے اشارے ہمارے ذہن میں آتے ہیں :

1۔ حروف کی شکلیں اور ان کی آوازیں

2۔ جملے کی تحلیل (جیسے صفت کا اسم سے پہلے آنا)

3۔ الفاظ کے معنی

زبان کا استعمال کرتے کرتے ہم تینوں طرح کے اشاروں سے متعلق بعض توقعات کے عادی ہو جاتے ہیں۔ یہ توقعات ہی اندازہ یا پیشین گوئی کی بنیاد پر چھپی ہوئی اشیا کا وہ حصہ پورا کرنے میں ہماری مدد کرتی ہیں جنھیں ہماری تیز رفتار آنکھوں نے چھوڑ دیا تھا۔

باب 2 : کلاس میں ادب اطفال

موضوع : کلاس میں پڑھنے کی روایت کی نشو ونما محض درسی کتاب کے ذریعے نہیں ہو سکتی ہے۔ پڑھنا سیکھنے کے لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ بچوں کو پڑھنے کی اشیا ملے۔ایسی اشیا جو ان کی دلچسپی اوران کی سطح کے مطابق ہو۔ان کے ماحول اورزبان کے تئیں بامعنی ہو۔ادب اطفال پڑھنا سیکھنے کے عمل میں ایک اہم کردارادا کرتا ہے۔

یہ قاری کو اندازہ لگانے جیسی ذیلی مہارتوں کے استعمال کے بھرپور مواقع فراہم کرتی ہیں۔اس طرح یہ کتابیں پڑھنے کے لطف کے ساتھ بچوں کے پڑھنے کی مہارت کو بھی مضبوط کرتی ہیں۔

اہم نکات :

(i) ادب اطفال کس طرح کا ہو

(ii) کتابوں کا اپنا گوشہ

(iii) کتابوں کا استعمال

پڑھنے کی اشیا :

(i) پکّی دوستی — تبصراتی مضمون اور کتاب

(ii) کیا کیا ہو بچوں کی ایک کتاب میں — مضمون

(iii) منتخب شدہ ادب اطفال

دیگر اشیا : سی ڈی-نینو کو اچھا لگتا ہے-ویڈیو سیریز کی کاپیاں

سرگرمیاں:

(i) سی ڈی پیشگی مشاہدہ

(ii) سوالات پر غور وفکر

(iii) مضامین کو پڑھنا

اجلاس سے متوقع ماحصل:

(i) ادب اطفال کے تئیں بیداری اور فکر پیدا ہو سکے گی۔

(ii) ادب اطفال کے ذریعے پڑھنے کی مہارت کے تئیں رجحان کے مواقع تلاش کر سکیں گے۔

(iii) کلاس کے پس منظر کے مطابق ادب اطفال کا استعمال سمجھیں گے۔

(iv) بچوں کے لیے اچھے ادب کو پرکھنے کی نظر فروغ پائے گی۔

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : کلاس میں ادب اطفال

وقت : 3 گھنٹے

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ I : کیسا ہو ادب اطفال	وقت	اشیا
سرگرمی I	سوالات پر غور وفکر اور جوابات کو تحریری شکل دینا	30 منٹ	—
سرگرمی II	پڑھنا اور مباحثہ	15 منٹ	پکی دوستی کتاب کا تجزیہ
سرگرمی III	تبصرہ اور مباحثہ	30 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ II : کتابوں کا اپنا گوشہ	وقت	اشیا
سرگرمی I	مباحثہ اور مشاہدہ	15 منٹ	نینو کو اچھا لگتا ہے (سی ڈی)
سرگرمی II	منصوبہ	15 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ III : کتابوں کا استعمال	وقت	اشیا
سرگرمی I	سوالات پر غور وفکر اور منصوبہ کی پیش کش	30 منٹ	—
سرگرمی II	پڑھنا اور مباحثہ	15 منٹ	مضمون - کیا کیا ہو بچوں کی ایک کتاب میں
سرگرمی III	پڑھنا، لکھنا اور پیش کش کا تجزیہ	30 منٹ	—

موضوع : کلاس میں ادب اطفال

اہم نکتہ I : کیسا ہو ادب اطفال

مباحثہ کے اہم نکات: (i) اچھے ادب اطفال کی خصوصیات (ii) نفس مضمون، زبان، پیش کش، بچوں کی تجرباتی دنیا، لطف اندوزی کے عناصر، سطح عمر کی خوبیاں، سماجی سروکاروں سے وابستگی (iii) اخلاقی اقدار اور کچھ سبق آموزی کے مقاصد ہوں یا نہیں

سرگرمی I : سوالات پر غور و فکر اور جوابات کو تحریری شکل دینا

نیچے دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ (i) بچپن میں پڑھی کون سی کتاب یاد ہے؟

(ii) اس کتاب کی خوبی کیا تھی؟

(iii) وہ کتاب آج بھی کیوں یاد ہے؟

2۔ بچوں کے لیے کتابیں منتخب کرتے وقت آپ کن باتوں کا دھیان رکھتے ہیں؟

گروپ میں ردعمل ظاہر کریں اور ان کے خیالات چارٹ/ بورڈ پر نوٹ کر لیے جائیں۔

سرگرمی II : پڑھنا اور مباحثہ

پہلے 'پکی دوستی' کتاب پڑھنے کے لیے دیں۔ پھر اس کتاب پر تبصرہ پڑھنے کے لیے دیں۔ شرکا گروپ میں اپنی رائے ظاہر کریں۔ اتفاق اور اختلاف ظاہر کریں **(اگر یہ کتاب مہیا نہ ہو سکے تو اس سرگرمی کے لیے کسی اور کتاب کا استعمال کیا جا سکتا ہے)۔**

سرگرمی III : تبصرہ اور مباحثہ

1۔ اساتذہ کو پانچ پانچ کے گروپ میں تقسیم کر دیں۔

2۔ ہر گروپ کو منتخب کردہ ادب اطفال میں سے تین کتابیں دی جائیں۔

3۔ ہر گروپ دی ہوئی تینوں کتابوں پر تبصرہ کرے۔

تبصرہ کے اہم نکات یہ ہو سکتے ہیں :

- نفس مضمون
- زبان
- تصویر
- دلچسپی
- کس سطح کے لیے مناسب ہے؟

پہلی دوسری کلاس کے بچوں کے لیے کتابیں منتخب کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھیں گے؟ اس نکتے پر ازسرِنو غور کریں۔

مباحثہ کے دوران تربیت کار استاد اپنی رائے ظاہر کرنے کے لیے درج نکات کو سامنے رکھ سکتا ہے۔

(یہ نکات تربیت کاروں کی مدد کے لیے ہیں)

1۔ بہت کم عمر کے لوگوں کی خوبی ہے — خود تک محدود ہونا یعنی ماحول کے اپنے تجربے کو دنیا سے جوڑ کر دیکھنا۔ اس لیے ایسی کتابیں بچوں کو اچھی لگتی ہیں جس میں انھیں اپنی دنیا کی جھلک نظر آتی ہو۔ مثال کے طور پر 'میں بھی'، 'کتنی پیاری ہے یہ دنیا'، 'میرا ایک دن' وغیرہ کتابیں۔

2۔ رنگ برنگی تصویروں کے تئیں بچوں کو فطری لگاؤ ہوتا ہے۔ خوشنما رنگ اور بڑی تصویر والی کتابیں بچوں کو اچھی لگتی ہیں جیسے 'بازار کی سیر'۔ اس طرح کی کتابوں کے انتخاب میں یہ احتیاط برتی جائے کہ تصویروں میں بہت زیادہ کردار نہ ہوں اور وہ غیر ضروری طور پر طویل بھی نہ ہو۔

3۔ تصویروں پر بات کرنے کی گنجائش ہو۔ تصاویر لسانی سرگرمیوں کی شکل میں بچوں میں اندازہ لگانے، قیاس لگانے، تجزیہ، درجہ بندی وغیرہ مہارت کے فروغ کے مواقع پیدا کرنے والی ہوں۔

4۔ نفس مضمون میں بچے کا اپنا عکس نظر آتا ہو۔مثال کے طور پر 'سنو سنو گھونگھا'، 'ڈلٹل کی بہادری' کتابیں اس زمرے میں رکھی جا سکتی ہیں۔

5۔ نفس مضمون میں بچے اپنی تجربی دنیا تلاش کر سکیں جیسے اپنا خاندان، اسکول، دوست، چرند و پرند، 'پیڑ پودے'، 'کھیل کھلونے'، 'پیاسی مینا'، 'روپا ہاتھی'، 'کتنی پیاری یہ دنیا'، 'لالو اور پیلو' جیسی کتابیں بچوں کو پسند آئیں گی۔

6۔ نفس مضمون میں بچوں کی عادتیں رچی بسی ہوں جیسے 'میں بھی'، الٹی سلٹی مِتّو وغیرہ کتابیں۔

7۔ پلاٹ آسان اور واضح ہو۔واقعات کی تکرار ہو، الفاظ کی تکرار ہو جیسے 'بڑھیا کی روٹی'، 'میں بھی کتابوں میں'۔

8۔ پلاٹ بچوں کو ہنسانے اور گدگدانے والا ہو مثال کے طور پر بندر اور گلہری، گویا گدھا، راجا کی مونچھیں۔

9۔ بچوں کے تجربات سے وابستہ نظمیں انھیں مزہ دیتی ہیں۔نظموں کی موزونیت، لے اور آوازوں کا بار بار دہرانا انھیں کھیل سا لگتا ہے۔موزوں آواز والے الفاظ کے استعمال پر مبنی نظمیں بچے آسانی سے یاد کر لیتے ہیں جیسے 'بندر گیا کھیت میں بھاگ، چُڑمُڑ توڑا ساگ'۔

10۔ الگ الگ نوعیت کی نظموں کا انتخاب کریں۔تک بندی، بنا تک بندی یا کسی مزے دار واقعہ کو بیان کرنے والی، بے معنی لیکن دلچسپ الفاظ والے گیتوں کی فرہنگ تیار کریں جیسے آٹے باٹے...، پوشمپا بھئی پوشمپا، اکڑ بکڑ بمبے بو وغیرہ۔

11۔ معلوماتی کتابوں میں اطلاعات کی بھرمار نہ ہو۔تصویروں کے ذریعے معلومات صاف طور پر دی گئی ہو۔جیسے 'پیڑ ہو سکتا ہے' کتاب۔

12۔ الگ الگ اصناف کی کتابیں منتخب کریں جس سے بچوں کو اظہار کے الگ الگ پیرائے کا اندازہ ہو۔

13۔ کتابیں کسی بھی طرح کی دقیانوسی اور کرداروں کی روایتی شبیہ پیش نہ کرتی ہوں۔ ان میں لڑکیوں کے تئیں مثبت رویے کو پیش کیا گیا ہو۔

14۔ سیاق، واقعہ، ماحول اور زبان میں غیر فطری پن نہ ہو۔

اہم نکتہ 2 : اپنا کتاب کا گوشہ

سرگرمی I : مباحثہ اور مشاہدہ

مباحثے کے اہم نکات:

(i) کلاس میں کتابوں کی نمائش

(ii) پڑھنے کے گھنٹے کو کتابوں سے جوڑنے کے مواقع

(iii) کتابوں کے تئیں ذمے داری

(iv) کتابوں کے گوشے میں مسلسل اضافہ کرنا

پہلا مرحلہ : 'نینو کو اچھا لگتا ہے' سی ڈی کے اس حصے کا مشاہدہ کا جہاں بچے اپنا کتاب کا گوشہ بنا رہے ہیں۔

دوسرا مرحلہ : 'نینو کو اچھا لگتا ہے' سی ڈی پر مباحثہ

سرگرمی II : منصوبہ

- آپ اپنی کلاس میں کس طرح سے 'کتاب کے گوشہ' کا انتظام کریں گے/گی؟ مرحلے وار تفصیل بیان کریں۔
- اپنے منصوبے پر ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کریں۔

نوٹ – اپنا منصوبہ تیار کرتے وقت اوپر باکس میں دیے گئے مباحثے کے اہم نکات کو ذہن میں رکھیے۔

اہم نکتہ 3 : کتابوں کا استعمال

مباحثے کے اہم نکات:

(i) ادب اطفال کا کلاس میں مقام/ پڑھنا سیکھنے کے سیاق میں

(ii) ادب اطفال کو نصاب اور درسیات سے منسلک کرنا

(iii) کتابوں کے ذریعے زبان کی نشو ونما

سرگرمی I : غور وفکر، منصوبہ اور پیش کش

پہلا مرحلہ : سوالات پر غور وفکر

سوال I : کلاس میں ادب اطفال بچوں کے لیے کس طرح فائدہ مند ہوسکتا ہے؟

سوال 2 : کلاس میں درسی کتاب کے ساتھ ادب اطفال کا کیسے استعمال ہوسکتا ہے بتائیے۔ اپنے خیالات کا آپس میں تبادلہ کیجیے۔

دوسرا مرحلہ : منصوبہ سازی

شرکا کے لیے ہدایات :

- 4-5 کے گروپ میں بیٹھیں اور ہر گروپ میں مہیا ادب اطفال تقسیم کیجیے۔
- اپنی کلاس میں استعمال کی جارہی درسی کتاب کو دھیان سے دیکھیے اور کم سے کم دو ایسے سبق منتخب کیجیے جن سے کسی ادب اطفال سے تعلق کی توقع کی جاتی ہو۔
- منتخب کیے گیے اسباق کو اپنی کلاس میں (آپ کو دستیاب) ادب اطفال سے کس طرح منسلک کریں گے اس کے لیے ایک منصوبہ تیار کیجیے۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کے منصوبے میں مناسب مثالیں بھی موجود ہوں۔
- کلاس میں کتاب کا گوشہ ہونے سے بچوں میں پڑھنے کے تئیں رجحان کس طرح پیدا ہوگا؟ دلائل کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کیجیے۔

- بچے کس طرح کتاب کے گوشے کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟ اپنے خیالات ظاہر کیجیے۔

تیسرا مرحلہ : پیش کش

تمام گروپ اپنے اپنے منصوبوں کو پیش کریں اور بقیہ گروپ اپنی رائے ظاہر کریں۔

سرگرمی II : پڑھنا اور مباحثہ

مضمون — 'کیا کیا ہو بچوں کی ایک کتاب میں'

دی گئی اشیا کو پڑھیں اور غور و فکر اور مباحثے کے نکات تلاش کریں۔

- ایک اچھا ادب اطفال کس طرح زبان کی نشو و نما میں معاون ہوتا ہے۔
- استاد اور بچوں کے درمیان کس طرح اپنائیت کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔
- بچوں میں پڑھنے کے تئیں رجحان کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

سرگرمی III : پڑھنا، لکھنا اور پیش کش کا تجزیہ

کہانی — ببیتا کا پپیتا

ہر گروپ کو 'ببیتا کا پپیتا' کہانی پڑھنے کے لیے دی جائے گی۔

- یہ کہانی کس طرح زبان کی نشو و نما میں مددگار ہو سکتی ہے اس پر اپنے خیالات تحریر کیجیے۔
- کلاس کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس کہانی سے متعلق زبان کی کوئی سرگرمی تیار کریں جو پڑھنا سکھانے میں معاون ہو۔

کلاس کے لیے فائدہ مند نکات

- بچوں کو پڑھی ہوئی کتاب پر گفتگو کرنے کا پورا موقع دیں۔ بات کرنا پڑھنے اور دیگر زبانی مہارتوں کو فروغ دینا ہے۔
- کتابیں چھوٹے گروپوں میں اس طرح پڑھیں کہ بچوں کو صفحات صاف دکھائی دیں۔ وہ تصاویر کے ساتھ چھپی ہوئی سطریں بھی دیکھ سکیں۔